تنزیلہ ریاض

داستان

مہر کو کہانیاں سننے کا بے حد شوق ہے۔ اسکول کے فینسی ڈریس شو میں وہ شہزادی راپنزل کا کردار ادا کر رہی ہے' اس لیے اس نے اپنے پاپا سے خاص طور پر شہزادی راپنزل کی کہانی سنانے کی فرمائش کی۔ کہانی سناتے ہوئے اسے کوئی یاد آجاتا ہے' جسے وہ راپنزل کہا کرتا تھا۔

نینا اپنے باپ سے ناراض رہتی ہے اور ان کو سلام کرنا بھی گوارا نہیں کرتی' وہ ابا سے جتنی نالاں اور متنفر رہتی' لیکن ایک بات حتمی تھی کہ امی سے اسے بہت محبت تھی' لیکن اسے محبت کا مظاہرہ کرنا نہیں آتا تھا۔ اس کی زبان ہمیشہ کڑوی ہی رہتی۔ نینا اپنے خرچے مختلف ٹیوشن پڑھا کر پورے کرتی ہے۔ اس کی بہن زری ٹیلی فون پر کسی لڑکے سے باتیں کرتی ہے۔

سلیم کی محلے میں چھوٹی سی دکان تھی۔ چند سال پہلے میٹرک کا رزلٹ پا کر کے وہ خوشی خوشی گھر واپس آرہا تھا کہ ایک گاڑی سے اس کا ایکسیڈنٹ ہوجاتا ہے اور وہ ایک ٹانگ سے معذور ہوجاتا ہے۔ ذہنی بیمار ہونے کی وجہ سے اس کی ماں نے مثبت قدم اٹھاتے ہوئے محلے میں ایک چھوٹی سی دکان کھلوادی' سلیم نے پرائیویٹ انٹر کرکے بی اے کا ارادہ کیا۔ سلیم کی غزل احمد علی کے نام سے ایک ادبی جریدے میں شائع ہوجاتی ہے' جو اس نے نینا کے ہاتھ بھجوائی تھی۔

صوفیہ کا تعلق ایک متوسط گھر سے تھا۔ وہ اپنی بہنوں میں قدرے دبی ہوئی رنگت کی مالک' لیکن سلیقہ شعاری میں سب سے آگے تھی۔ صوفیہ کی شادی جب کاشف نثار سے ہوئی تو پورے خاندان میں اسے خوش قسمتی کی علامتی مثال بنا دیا گیا۔ کاشف نہ صرف چلتے ہوئے کاروبار کا اکلوتا وارث تھا' بلکہ وجاہت کا اعلا شاہکار بھی تھا۔ کاشف خاندان کی ہر لڑکی اور



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

READING
Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
 PAKSOCIETY1  PAKSOCIETY

دوستوں کی بیویوں سے بہت بے تکلف ہو کر ملتا' جو صوفیہ کو بہت ناگوار گزرتا تھا۔ صوفیہ کو خاص کر اس کے دوست مجید کی بیوی حبیبہ بہت بری لگتی تھی۔ جو بہت خوب صورت اور ماڈرن تھی اور اس کی خاص توجہ کاشف کی طرف رہتی۔ حبیبہ کی وجہ سے کاشف اکثر صوفیہ سے کیے ہوئے وعدے بھول جاتا تھا۔ صوفیہ کے شک کرنے پر کاشف کا کہنا تھا کہ یہ اس کا کاروباری تقاضا ہے۔

بی بی جان' صوفیہ کی ساس کو کاشف سے جھگڑا کرنے سے منع کرتی ہیں' لیکن صوفیہ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھی اور اکثر و بیشتر کاشف سے بحث کرنے لگتی جو کاشف کو ناگوار محسوس ہوتا۔ صوفیہ پریگننٹ ہوجاتی ہے اور بی بی جان کاشف سے صوفیہ کا خیال رکھنے کو کہتی ہیں۔

شہرین نے ضد کرکے اپنے والدین کی مرضی کے خلاف جاکر سمیع سے شادی تو کرلی' لیکن پچھتاوے اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ حالانکہ سمیع اسے بہت چاہتا ہے' اس کے باوجود اسے اپنے گھر والے بہت یاد آتے ہیں اور وہ ڈپریشن کا شکار ہوجاتی ہے اور زیادہ تر پلز لے کر اپنے بیڈ روم میں سوئی رہتی ہے۔ سمیع نے اپنی بیٹی ایمن کی دیکھ بھال کے لیے دور کی رشتہ دار اماں رضیہ کو بلالیا جو گھر کا انتظام بھی سنبھالے ہوئے تھیں۔ سمیع اور شہرین دونوں ایمن کی طرف سے لاپروا ہیں اور ایمن اپنے والدین کی غفلت کا شکار ہو کر ملازموں کے ہاتھوں پل رہی ہے۔ اماں رضیہ کے احساس دلانے پر سمیع غصہ ہوجاتا ہے اور ان کو ڈانٹ دیتا ہے۔ شہرین کے بھائی بہن راستے میں ملتے ہیں اور سمیع کی بہت بے عزتی کرتے ہیں۔

اب آگے پڑھیے

Downloaded From
Paksociety.com

چوتھی قسط

Downloaded From
Paksociety.com

"زری یہ تولیا تمہارا ہے یا نمنا کا؟" امی نے کمرے میں آتے ہوئے سوال کیا تھا۔ زری نے فوراً" ہاتھ میں پکڑا موبائل تکیے کے نیچے اڑسا۔

"مجھے تو ہمیشہ بھول جاتا ہے کہ سفید تولیا نمنا کا ہے یا گلابی والا۔ تم ہی بتاؤ۔" امی نے اس کے آگے سفید تولیا رکھا تھا۔ ان دونوں بہنوں نے چند دن پہلے ہی نئے تولیے خریدے تھے اور امی کو پہچان نہیں ہورہی تھی۔ آج کپڑے دھلے تھے اور وہ ان کے کپڑے وغیرہ الگ الگ کرکے تہ لگا کر الماریوں میں رکھ رہی تھیں۔

"امی سفید والا اس کا ہے۔ گلابی والا میرا ہے۔ گلابی بڑا ہے۔ سفید چھوٹا ہے۔ میرے بال لمبے ہیں اس لیے میرا تاولی بڑا ہے۔ آپ یہ نشانی یاد کرلیں نا" زری نے مشورہ دیا تھا۔

"یہ بھی اچھی کہی کہ میں یاد کرلوں۔ تم لوگ خود ہی اپنی چیزیں سنبھال کر رکھ لو تو مجھے یاد کرنے کی ضرورت ہی نا پڑے۔ دوپہر سے کپڑے تار سے اتار کر وہاں صوفے پر رکھے ہوئے ہیں۔ رات ہوگئی۔ مجال ہے دونوں میں سے کسی نے ہاتھ بھی لگایا ہو۔ اتنا سا کام نہیں ہوتا تم دونوں سے کہ اپنے کپڑے ہی تہ لگا کر الماریوں میں رکھ لو۔ دھونا تو دور کی بات ہے۔ لوگوں کی بیٹیاں تو نا صرف ماؤں کے ساتھ کپڑے دھلواتی ہیں بلکہ استری کرکے الماریوں میں سجاتی بھی ہیں اور یہاں میری شہزادیاں خود الماریوں میں رکھنے تک کی روادار نہیں۔" امی کا یہ روز کا سبق تھا جو وہ انہیں پڑھاتی رہتی تھیں۔

"امی میں تو کتنے ہی کام کرتی ہوں۔ مجھے کیوں ڈانٹ رہی ہیں۔ نمنا کو ڈانٹا کریں نا۔ وہ تو اٹھ کر پانی بھی نہیں پیتی۔" زری ناراضی سے بولی۔ اس کا خیال تھا کہ نمنا کی لاپروائی کی وجہ سے اسے بھی بلاوجہ امی سے ڈانٹ پڑجاتی ہے۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"ارے ان محترمہ کی بھی خوب کہی۔ وہ خود اٹھ کر یونیورسٹی چلی جاتی ہیں۔ سمجھو قلعے فتح کرلیتی ہیں۔ ایم اے نہیں کررہیں۔ ہمارے سر احسان کررہی ہیں۔" امی انتہائی چڑ کر بولی تھیں پھر انہیں یک دم احساس ہوا کہ نمنا موجود نہیں تھی۔

"ہیں کدھر تمہاری بہن صاحبہ۔ سوگئی کیا؟" انہوں نے اس کے بستر کی طرف دیکھا جس پر لحاف کھلا پڑا تھا جو یقیناً شام کو سوتے وقت کھولا گیا تھا اور ابھی بھی تہ لگا کر رکھا نہیں گیا تھا۔ اس کی کتابیں کپڑے اور دوسری اشیا ایسے ہی بکھری رہتی تھیں۔

"نمنا کہاں ہے؟" انہوں نے زری سے سوال کیا تھا۔ چہرے پر کچھ تفکر سا نظر آیا۔ روی نے سوال سے زیادہ چہرے کے تاثرات پر غور کیا تھا۔

"وہ خالہ کی طرف گئی ہے۔ کہہ رہی تھی سلیم سے کتابیں لینی ہیں دس منٹ پہلے ہی سیڑھیاں اتری ہے۔" اس نے وضاحت کی۔

"یہ ہر وقت منہ اٹھا کر خالہ کی طرف کس خوشی میں چلی جاتی ہے وہ۔ ہر دو گھنٹے بعد اسے سلیم سے کوئی نیا کام یاد آجاتا ہے۔" امی کے چہرے پر بڑھتی ہوئی پریشانی کی لکیریں زری کو حیران کررہی تھیں۔ خالہ کا گھر نمنا کے لیے اس کا اپنا ہی گھر تھا۔ وہاں جانے کے لیے وہ وقت اور اجازت دونوں کی بھی محتاج نہیں رہی تھی۔ امی نے بھی کبھی ٹوکا نہیں تھا لیکن اب نجانے کیوں اس طرح پریشان ہوئی چلی جارہی تھیں۔ پہلے بھی اسی بات پر ناراض ہورہی تھیں اور اب بھی برا مان رہی تھیں۔

"زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ ابھی چند منٹ پہلے ہی۔" زری نے مزید کچھ کہنا چاہا لیکن امی نے اس کی بات کاٹ دی۔

"تم کس لیے صفائیاں پیش کررہی ہو' وضاحتیں دے رہی ہو۔ چپ کرو۔ عیسیٰ کا گواہ موسیٰ۔ جاؤ جاکر اسے بلا کرلاؤ۔" امی اسے ڈپٹ کر بولیں۔

"امی آجائے گی۔ کون سا پہلی بار گئی ہے۔ آپ تو بلاوجہ ہی ناراض ہوئی جارہی ہیں۔ کوئی بات ہوئی ہے کیا۔ پہلے تو آپ نے کبھی نہیں ٹوکا نمنا کو۔" وہ حیران تھی۔ امی نے اسے گھور کر دیکھا۔

"جتنا کہا ہے نا اتنا کرو۔ وکیل بن کر ماں سے سوال جواب نا شروع کردیا کرو۔ اٹھو جاؤ۔" وہ پہلے سے زیادہ ناراضی لہجے میں سمو کر بولی تھیں۔

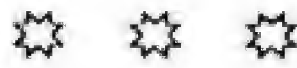
زری کا موڈ بھی خراب ہوا۔ خالہ کا گھر ایک گھر چھوڑ کر ہی تھا لیکن اس وقت وہ سیڑھیاں اتر کر جانے کا سوچ کر ہی اکتا گئی تھی لیکن چونکہ امی غصے میں تھیں اس لیے وہ مزید بحث کیے بنا ان کے رویے میں آنے والی تبدیلی کے متعلق قیاس لگاتی اٹھی تھی اور سرہانے پر پڑا دوپٹا کندھے پر رکھ کر دروازے کی سمت بڑھی۔ چند لمحوں بعد وہ خالہ کے دروازے کے باہر کھڑی تھی۔ دروازہ کھلا ہوا ہی تھا۔ ان کے گھر کا دروازہ کھلا ہی رہتا تھا۔

خالہ کی ایک ہی بیٹی اور چار بیٹے تھے۔ بیٹی کی انہوں نے شادی کردی ہوئی تھی اور اب گھر میں صرف لڑکے ہی تھے جن کا ہر وقت اندر باہر آنا جانا لگا رہتا تھا اس لیے دروازہ بند ہوتا ہی نہیں تھا۔ وہ اطمینان سے اندر آگئی۔ ٹی وی کی آوازیں باہر تک آرہی تھیں۔ خالہ پاکستانی چینلز پر آنے والے سیریلز بڑے شوق سے دیکھنے کی عادی تھیں اور پھر ان سیریلز پر سیر حاصل بحث بھی کرتی تھیں۔ زری اس وقت کسی سیریل کی پوری روئیداد سننے میں انٹرسٹڈ نہیں تھی۔ سلیم کا کمرہ بیرونی دروازے کے بالکل ساتھ تھا۔ وہ خاموشی سے سلیم کے کمرے کی جانب بڑھی تھی۔

"یہ ممکن نہیں ہے سلیم" اس نے نمنا کو کہتے سنا۔ اس کے قدم وہیں جم سے گئے۔ یہ نمنا کے الفاظ نہیں تھے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

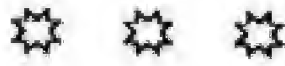
بلکہ یہ اس کا اندازہ تھا جس نے اسے باہر رک جانے پر مجبور کیا۔ وہ اتنی بے چارگی سے سلیم کو کس "ناممکن امر" کے متعلق بتا رہی تھی۔ زری نے دروازے کی اوٹ میں ہوتے ہوئے کان اندر جاری گفتگو کی جانب لگاتے ہوئے مزید کچھ سننے کی کوشش کی۔



"انسان ختم ہو جاتے ہیں۔ زندگی باقی رہتی ہے۔" حبیبہ نے افسردگی سے بھرپور لمبی گہری سانس بھری تھی۔ صوفیہ کے دل کو عجیب سے دھڑکے نے آگھیرا۔ ہلکے گلابی رنگ کے کرتا شلوار میں بنا کسی آرائش کے سادہ چہرے کے ساتھ بھی اس کا رنگ روپ کسی کا بھی دل موہ لینے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اس کی دمکتی ہوئی گندمی رنگت اس کی چمک دار گہری آنکھیں' عنابی ہونٹ اس کا گلابی لباس اور کلائی میں موجود واحد سنہرا کنگن۔ سفید کفن میں لپٹی مجید بھائی کی میت سامنے پڑی تھی۔ صوفیہ دیکھتی رہ گئی۔ بے رنگ بیوگی نے تو حبیبہ کو مزید رنگ دار بنا دیا تھا۔
اس نے سر پر ڈوپٹا اوڑھ رکھا تھا لیکن اس نزاکت کے ساتھ کہ اس کا چہرہ اس ڈوپٹے کے ہالے میں مزید دمکتا ہوا لگتا تھا۔ لباس ریشم کا تھا اور ریشم کا لباس ہلکے رنگ کا ہو تو بھی دیکھنے والوں پر بڑا گہرا تاثر چھوڑ دیتا ہے۔ ہر آنکھ اشکبار تھی' ہر چہرہ افسردہ تھا اور ان سب کے ساتھ بیٹھی صوفیہ' حبیبہ کو ہی دیکھتی جاتی تھی۔
حادثے کی اطلاع ملتے ہی اس کے حواس جیسے گم ہو گئے تھے۔ اس کا دل لرز کر رہ گیا تھا۔ اسے حبیبہ سے نفرت تھی لیکن اس کو کبھی بددعا تو نا دی تھی اس نے۔ وہ اس کا برا تو نہیں چاہتی تھی۔ اس نے کبھی اس کا سہاگ چھن جانے کی دعا نہیں کی تھی لیکن مجید بھائی کی حادثاتی موت نے اسے ڈرا دیا تھا۔ اس کے ضمیر نے بہت ملامت کی تھی اسے۔ جنازے میں شرکت سے پہلے تک وہ اپنے بیڈ روم میں بیٹھی کاشف کی لمبی زندگی کی دعائیں مانگتے ہوئے بے آواز روتی رہی تھی اور حبیبہ کے شوہر کی مغفرت کے لیے دعا بھی کرتی رہی تھی۔ جنازے میں شرکت سے پہلے تک اس نے حبیبہ کے اجڑے ہوئے سراپے کو کئی بار خیالوں ہی خیالوں میں اپنے اردگرد منڈلاتے دیکھا تھا اور اسے دل ہی دل میں اس پر ترس آیا تھا۔
اس کا سہاگ چھن گیا تھا۔ اب کیا بچ گیا تھا اس کے پاس۔ صوفیہ کے خیال میں حبیبہ نام کا قصہ ختم ہو گیا تھا۔ اس کے خاندان میں' عزیز و اقارب میں حتیٰ کہ فلموں ڈراموں میں بھی "بیوگی" مضمون کا وہ جملہ تھی جس کے بعد فل اسٹاپ لگا دیا جاتا ہے اور فل اسٹاپ کے آگے تو کچھ نہیں ہوتا۔ صوفیہ کے خیال میں بھی حبیبہ اب "کچھ" نہیں رہی تھی۔ اس لیے اس کی ہمدردی میں صوفیہ کا دل کافی افسردہ تھا۔ وہ اس کے دل کے صبر و قرار کے لیے بھی دعائیں کرتی رہی تھی لیکن جب جنازے میں شرکت کے لیے پہنچی تو سارا منظر جیسے اس کی توقعات کے برعکس تھا۔
حبیبہ افسردہ تو تھی لیکن اس کا حلیہ ویران نہیں تھا۔ اس کے بال بکھرے نہیں تھے۔ اس کی کلائیاں خالی نہیں تھی اور اس کا حسن ماند نہیں ہوا تھا۔ صوفیہ کو نجانے کس نے کہہ ڈالا تھا کہ بیوگی حسن کے چھن جانے کا نام ہے اور وہ حبیبہ کے حسن سے ہی تو خائف تھی جو مزید نکھر کر سامنے آگیا تھا۔ صوفیہ کو اس کی جانب دیکھتے ہوئے یہ تک بھول گیا کہ وہ موجود کہاں ہے۔ وہ کسی ملکہ کی طرح سنگھاسن پر بیٹھی نظر آتی تھی اور اس کا ہر انداز ثابت کر رہا تھا کہ ملکہ بیوہ ہو کر بھی ملکہ رہتی تھی۔
وقفے وقفے سے کاشف کو اس کے پاس آنا پڑ رہا تھا۔ اسپتال کے معاملات تھے۔ پولیس کی کارروائی تھی۔ قبرستان اور گورکن کے انتظامات تھے۔ کاشف مرنے والے کا بزنس پارٹنر تھا۔ اس کی ذمہ داری تھی کہ وہ یہ سب معاملات سنبھالتا لیکن نجانے کیوں صوفیہ کو لگا کہ وہ سب سے زیادہ حبیبہ کو سنبھالنے کے لیے ہلکان ہوا جا رہا ہے۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

وہ عورتوں والے حصے کی طرف آتا تھا تو حبیبہ کی سسکیاں بڑھ جاتی تھیں۔ کاشف اسے دلاسہ دیتے ہوئے اپنے بازوؤں میں بھر لیتا تھا اور وہ بھی اس کے کندھے پر سر رکھ کر مرے ہوئے شوہر کا دکھ جی بھر کر روتی جاتی تھی۔ صوفیہ کا دل مزید ڈرنے لگا۔ یہ کیا ہو رہا تھا یہ کیا ہونے جا رہا تھا۔



"یہ ناممکن ہے سلیم" نمنا نے پست لہجے میں گردن ہلاتے ہوئے اسے کہا تھا۔

"میں جانتا ہوں۔ اور اس بات کے لیے میں تم سے شکایت کروں گا نا کوئی جرح۔ میں اپنی اوقات سے واقف ہوں۔" سلیم نے دھیمے سے لہجے میں کہا۔ اس کی آواز بھی پست تھی اور شاید حوصلہ بھی۔ نمنا اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔

"اچھی بات ہے۔ امید ہے اب یہ محبت وحبت والی شاعری کرنے سے توبہ کرلو گے تم۔" نمنا نے کوئی تاثر ظاہر کیے بنا عام سے لہجے میں کہا تھا۔

"توبہ کا وقت گزر چکا ہے نمنا۔ میں اب اس دلدل میں مکمل طور پر دھنس چکا ہوں۔ اب تو سزا کاٹنے کے دن ہیں۔" وہ یہ اعتراف بھی آرام سے کر گیا تھا۔ نمنا کے سامنے اعتراف نا کرتا تو کس کے سامنے کرتا۔ نمنا چپ رہی۔ بالکل چپ۔ اسے سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کیا کہے۔ اپنے اس معصوم سے کزن کو کس طرح سمجھائے کہ وہ دکھی ہوئے بغیر اس راہ سے ہٹ جائے۔

"یہ ٹھیک نہیں ہوا۔ میں تمہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتی۔ لیکن......" وہ بمشکل اتنا ہی کہہ پائی۔

"نمنا۔ تم اب میرے ساتھ یہ سب کرو گی۔ وضاحتیں دو گی۔ دلائل جمع کرو گی میرے لیے۔ مجھے یہ بتاؤ گی کہ تم مجھے ہرٹ نہیں کرنا چاہتی۔ کیا میں یہ بات جانتا نہیں ہوں؟" وہ چڑ سا گیا تھا۔ نمنا چپ ہو گئی۔ اس کے پاس الفاظ ختم ہو گئے تھے اور بعض اوقات جہاں الفاظ اپنا بوریا بستر سمیٹ کر اختتام کی جانب گامزن ہوتے ہیں وہیں سے آنسو اپنے سفر کی ابتدا کر دیتے ہیں۔ نمنا کی آنکھوں میں نمی سے مرچیں سی بھرنے لگیں۔ وہ کسی کے سامنے نہیں روتی تھی۔ اسے کسی کے سامنے رونے سے چڑ تھی۔ وہ دروازے کی جانب بڑھی۔

"یہ کتابیں رکھی ہیں تمہارے لیے۔ لے جاؤ" سلیم نے اشارے سے تپائی پر پڑی کتابوں کی جانب اس کی توجہ مبذول کروائی۔ نمنا پھر مڑی اور تپائی پر پڑی وہ گائیڈ بکس اٹھالیں۔

"شکریہ سلیم۔" نجانے کس چیز کی تلافی کے لیے اس نے اظہار تشکر کا مظاہرہ کیا تھا جو کہ سلیم کے سامنے پہلے کبھی نہیں کیا تھا اس نے۔

"دفع ہو جاؤ نمنا۔ تم پر مرتے ہیں تو کیا مار ہی ڈالو گی ہمیں۔" وہ مصنوعی خفگی سے بولا تھا۔ نمنا دروازے سے نکل رہی تھی۔

"دل تو یہی چاہتا ہے کہ تمہیں مار ہی ڈالوں۔" وہ مڑتے ہوئے کہنا نا بھولی تھی۔ پھر نجانے کیا سوچ کر دوبارہ اندر آگئی۔

"مرے ہوئے کو کون مارتا ہے۔" سلیم نے اسے واپس آتا دیکھ کر کہا۔

"سلیم ان باتوں میں کچھ نہیں رکھا۔ تم ابھی بھی واپس پلٹ سکتے ہو۔" وہ اسے سمجھا رہی تھی۔ سلیم مسکرا دیا۔

"نمنا! محبت ناسور ہے۔ یہ اپنی ابتدا میں سمجھ ہی نہیں آتی اور جب سمجھ میں آتی ہے تو واپسی کے سب امکانات ختم ہو چکے ہوتے ہیں۔" وہ اتنی لاچاری سے بولا کہ نمنا کا دل پھر رونے کے لیے مچلنے لگا۔ وہ دونوں ہی جانتے تھے کہ وہ ایک دوسرے کا بھرم رکھ رہے ہیں۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"میں کچھ نہیں جانتی سوائے اس کے کہ محبت نقصان کا سودا ہے۔ مجھے افسوس ہے تمہارے نقصان پر اور مجھے افسوس ہے کہ تم نے اپنا نقصان خود کیا ہے۔" وہ اب کی بار رکی نہیں تھی بلکہ تیزی سے باہر نکل گئی۔ بیرونی دروازے کی جانب بڑھتے ہوئے اس نے کسی سمت نہیں دیکھا تھا بلکہ سر جھکائے باہر آگئی۔ ایک آنسو لڑھکتا ہوا اس کے گال سے پھسل کر نیچے جاگرا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر آسمان کی جانب دیکھا اور کچھ دیر دیکھتی رہی۔ اس کی نگاہوں میں آنسو ہی نہیں تھے شکوہ بھی در آیا تھا۔ وہ واقعی سلیم کو دکھی نہیں دیکھ سکتی تھی لیکن یہ سب اس کے اپنے اختیار کی بات بھی نہیں تھی۔



"ڈاکٹر بشریٰ بہت اچھی ہیں۔" شہرین نے طمانیت بھری گہری سانس لیتے ہوئے سمیع سے کہا تھا۔ وہ اسپتال سے گھر واپس جارہے تھے۔ شام کو کافی ہوا چلتی رہی تھی جس کی بنا پر موسم کافی خوش گوار تھا لیکن ہوا کے ساتھ کافی گرد بھی فضا میں اکٹھی ہوگئی تھی جس سے سمیع کو الجھن ہوتی تھی اس لیے اس نے گاڑی کا اے سی آن کر رکھا تھا۔ شہرین کو اے سی کی وجہ سے اکثر متلی کی کیفیت محسوس ہونے لگتی تھی لیکن آج وہ ایسا کچھ محسوس نہیں کررہی تھی۔ اس کا کریڈٹ بھی وہ ڈاکٹر بشریٰ کو ہی دے رہی تھی۔ انہوں نے اسے ایک چوس کر کھانے والی ٹیبلٹ اپنے کلینک میں ہی کھانے کو دی تھی۔ ان سے مل لینے کے بعد وہ ذہنی طور پر کافی پرسکون ہوگئی تھی۔ ایک طرف اسے یہ اطمینان تھا کہ وہ دوبارہ پریگننٹ نہیں ہوئی تھی اور دوسری جانب اس بات کی بھی خوشی تھی کہ اسے کوئی بیماری نہیں تھی۔ ایک ذرا سا ڈپریشن تو تھا اور ڈاکٹر بشریٰ نے کافی سمجھایا تھا۔

"ڈپریشن کوئی بیماری نہیں ہے۔ یہ زندگی کی طرف ہمارا عمومی رویہ ہے۔ ہم اگر شکر گزاری کا جذبہ اپنالیں اور یہ سوچتے رہیں کہ اللہ سب سے بہتر مسبب الاسباب ہے تو ہم کبھی ڈپریسڈ نہ ہوں لیکن ہم بلا ضرورت ان مسائل کو بھی سر پر سوار رکھتے ہیں جنہیں ہم خود حل ہی نہیں کرسکتے تو مایوسی ہمیں گھیرے رکھتی ہے اور یہی مایوسی ڈپریشن کا باعث بنتی ہے۔ اللہ پر بھروسہ رکھیں اور کسی منفی سوچ کو اپنے قریب بھی نہ پھٹکنے دیں۔" وہ بہت اچھے طریقے سے اسے سمجھاتی رہی تھیں۔

ان کے کلینک سے نکلتے ہوئے شہرین نے دل میں تہیہ کیا تھا کہ وہ اب کسی الٹی سیدھی سوچ میں گھر کر پریشان نہیں ہوگی اور نہ ہی ان باتوں پر کڑھے گی جو اس کے اختیار سے باہر تھیں۔ وہ جب بھی کسی نئی ڈاکٹر سے ملتی تھی ابتدا میں اسی طرح پرجوش ہوتی پھر آہستہ آہستہ سب بھولتی جاتی تھی۔ اسی لیے واپس گھر جاتے ہوئے وہ خود کو بہت فریش محسوس کررہی تھی۔ کیوں کہ ڈاکٹر بشریٰ کی باتیں اسے اچھی لگی تھیں۔

Downloaded From
Paksociety.com

"تمہیں میرے علاوہ سب اچھے لگتے ہیں نا۔" سمیع نے چڑایا۔

"یہ میں نے کب کہا؟" وہ ہنسی تھی۔

"اچھا ذرا یاد کرکے بتاؤ کہ لاسٹ ٹائم کب تم نے میرے لیے ایسے کہا تھا کہ سمیع تم بہت اچھے ہو۔" وہ موڑ کاٹنے کے بعد اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"یہ تو میں دن میں کئی بار کہتی ہوں کہ سمیع تم بہت اچھے ہو۔" وہ حیران ہوئی تھی۔

"سوتے ہوئے کہتی ہوگی شاید۔۔۔ کیوں کہ میں نے جاگتے ہوئے تو کبھی تمہیں اپنی تعریف میں ایک جملہ بولتے نہیں سنا۔ ہاں یہ ضرور سنتا رہتا ہوں کہ اماں رضیہ بہت اچھی ہیں۔۔۔ فہمیدہ (ملازمہ) بہت اچھی ہے۔ ڈاکٹر بشریٰ بہت اچھی ہیں۔ بائی داوے کیا کبھی تم نے ان لوگوں کے سامنے یہ کہا ہے کہ سمیع بہت اچھا ہے۔" وہ جتا کر بولا۔

شہرین ہنسی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"تمہارے بارے میں اب میں ہر ایک سے بات تو نہیں کر سکتی نا۔۔۔ تم تو میرا انتہائی پرسنل میٹر ہو۔۔۔ میری ڈائری پر لکھی ہوئی وہ محبت بھری نظم جسے میں ہر ایک کے سامنے نہیں پڑھ سکتی۔" وہ ہنستے ہوئے بولی تھی۔ سمیع نے ونڈ اسکرین سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھا اور پھر دیکھتا ہی رہا۔

"ڈاکٹر بشریٰ واقعی بہت اچھی ہیں۔" وہ کہہ رہا تھا۔ شہرین نے آنکھیں سکیڑ کر مسکراتے چہرے کے ساتھ دیکھا پھر زور سے ہنسی۔

"کیوں اب کیا ہوا۔۔۔؟"

"انہوں نے ایک ہی وزٹ میں میری بیوی کی کھوئی ہوئی یادداشت واپس لوٹا دی۔۔۔ اللہ کا شکر ہے کہ تمہیں یاد آگیا کہ میں تمہاری محبت بھری نظم ہوں۔۔۔ میں تو اسے معجزہ ہی کہوں گا۔" وہ اسی انداز میں بولا تھا۔

شہرین ہنستی رہی۔

"جتنے مرضی طنز کرنے ہیں کرلو، لیکن اب تم دیکھنا میں خود کو بالکل پہلے جیسا کرلوں گی۔ خوش باش رہنے والی شہرین۔۔۔ ہمہ وقت ہنسنے کھیلنے والی شہرین۔۔۔ میں ان لوگوں کے بارے میں سوچوں گی بھی نہیں۔" اس نے اپنی امی یا گھر والوں کا نام نہیں لیا تھا، لیکن سمیع سمجھ گیا تھا کہ وہ "کن" لوگوں کی بات کر رہی ہے۔ اس نے جواباً کچھ نہیں کہا۔ شہرین کے ماں باپ اور بہن بھائیوں سے دل ہی دل میں سخت خار کھانے لگا تھا وہ۔ اس کے دل میں ان کے لیے اب کوئی عزت باقی نہیں رہی تھی۔

"پہلے ہی میں الٹی سیدھی سوچوں میں گھر کر بہت وقت ضائع کر چکی ہوں۔۔۔ ایمن کو اور تمہیں وہ توجہ دے سکی ہوں نہ محبت جو تم دونوں ڈیزرو کرتے ہو۔۔۔ بس بہت ہوگئی۔۔۔ اب مزید وقت ضائع نہیں کرنا مجھے۔" وہ ٹھوس لہجے میں بولی تھی۔ سمیع نے سگنل آجانے پر گاڑی روک دی تھی۔ وہ کچھ بھی نہیں بولا تھا۔

"اب تم کیا سوچ رہے ہو؟" شہرین نے اس کی خاموشی سے اکتا کر پوچھا۔ سمیع نے گردن موڑ کر اسے دیکھا پھر مسکراتے ہوئے بولا۔

"یہی کہ ڈاکٹر بشریٰ واقعی بہت اچھی ہیں۔" اس نے سارا زور "واقعی" پر لگا کر کہا تھا۔ شہرین ایک بار پھر زور سے ہنس دی۔



وہ بہت بوجھل دل کے ساتھ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئی تھی۔ امی لاؤنج میں بیٹھیں دھلے ہوئے کپڑے تہہ لگا رہی تھیں۔ وہ چپ چاپ انہیں مخاطب کیے بنا اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگی۔

"کدھر جا رہی ہو۔۔۔ ادھر آؤ نہ ذرا۔۔۔" امی نے اسے پکارا تھا۔ نینا نے مڑ کر انہیں دیکھا۔ اس نے ایک دو آنسو ہی بہائے تھے اور چہرہ اور آنکھیں اچھی طرح پونچھ کر اوپر آئی تھی، لیکن پھر بھی اسے لگا کہ اگر اس نے امی کی جانب دیکھا تو وہ جان جائیں گی کہ وہ کسی بات پر افسردہ ہے۔

"جی۔۔۔" اس نے ان کی جانب دیکھے بنا کہا تھا۔

"یہ تم ہر وقت منہ اٹھا کر سلیم سے کیا لینے چلی جاتی ہو؟" وہ سخت ناراضی بھرے لہجے میں سوال کر رہی تھیں۔ نینا کا دل مزید ٹوٹ گیا۔ اسے شکوہ تھا کہ امی کو کبھی اس کے چہرے سے اس کی دلی کیفیت سمجھ نہیں آتی تھی جبکہ زری ذرا سا اداس ہو جاتی تھی تو امی کو فوراً پتا چل جاتا تھا۔

"آئندہ جاتے وقت منہ اٹھا کر نہیں جاؤں گی بلکہ یہیں میز پر رکھ جایا کروں گی۔۔۔ ٹھیک ہے۔" اس نے بدتمیزی سے کہا تھا۔ امی کو اس کے انداز پر اتنا غصہ آیا کہ چند لمحے وہ کچھ بول ہی نہیں پائی تھیں۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

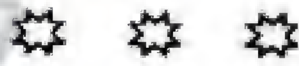
"پڑھ لکھ کر یہی سیکھا ہے کہ ماں سے بدتمیزی کیسے کرتے ہیں۔ کتابوں میں سر کھپا کھپا کر اتنا ہی علم حاصل ہوا کہ بڑوں کی کوئی عزت نہیں ہوتی۔ ماں ہوں تمہاری۔ اتنا ہی یاد رہ جایا کرے تمہیں تو ہم سب کی زندگی میں سکون ہو جائے۔ بدتمیز نا ہنجار۔ ڈھیٹ لڑکی۔ اتنی تمیز بھی نہیں ہے کہ ماں سے بات کیسے کرتے ہیں۔" امی انتہائی برا مان کر بولی تھیں۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اٹھ کر اس کے منہ پر دو تھپڑ مار دیں۔

"آپ بھی اس طرح مت پوچھیں نا۔ میں زری کو بتا کر گئی تھی۔" وہ ابھی بھی ان کی جانب دیکھے بنا بول رہی تھی۔

"زری تمہاری ماں نہیں ہے۔ میں تمہاری ماں ہوں۔ تم مجھ سے اجازت لینے کی پابند ہو۔ مجھ سے پوچھ کر نہیں جا سکتی تھی۔" وہ سابقہ انداز میں بولی تھیں۔ ان کے ہاتھ اب بہت تیزی سے کپڑے کی تہ لگا رہے تھے جو ان کی سخت خفگی کو ظاہر کر رہا تھا۔

"امی میں حج پر نہیں گئی تھی۔ سلیم کے پاس گئی تھی۔ جس کے پاس دن میں سات مرتبہ جاتی ہوں میں۔ سات مرتبہ اجازت لوں آپ سے؟" وہ چڑ گئی اور یہ تو اس کا مشغلہ تھا۔ وہ ہر بات پر چڑ جایا کرتی تھی۔

"سات مرتبہ جانے کی ضرورت کیا ہے۔ ایسا کون سا راجا مہاراجا ہے وہ کہ جو اتنی مرتبہ حاضری دینی پڑتی ہے اس کے دربار میں۔" امی بہت غصے میں تھیں۔ نمنا نے کچھ حیرانی سے انہیں دیکھا۔ امی نے پہلے تو اس طرح اسے کبھی کہیں آنے جانے پر نہیں ٹوکا تھا۔ وہ پہلے ہی بوجھل دل لیے گھر میں داخل ہوئی تھی۔ امی کی خفگی نے مزید دل توڑ ڈالا۔ وہ کچھ کہے بنا اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ اس کا کسی سے بات کرنے کو دل ہی نہیں چاہ رہا تھا۔



"تم نے حبیبہ کو فون کیا تھا بیٹی۔" بی بی جان نے زرمین کے پنگوڑے کی ڈوری کو ہلاتے ہوئے اس سے سوال کیا تھا۔ صوفیہ اپنی ناگواری چھپا نہیں پائی تھی۔ اس کا کون سا دوستانہ رہا تھا حبیبہ سے کہ وہ فون کرتی۔

"بی بی جان! میں کیا کروں اس کو فون کر کے؟" اس نے ان سے بھی وہی کہہ دیا تھا جو اس کے منہ میں آیا تھا۔

"صوفیہ۔" انہوں نے سرزنش بھرے انداز میں نا صرف پکارا بلکہ اس کی جانب دیکھا بھی تھا۔

"وہ عدت میں ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ گاہے بگاہے اسے فون کر کے اس کی خیریت دریافت کرتی رہو۔ بہت سے کام ہوتے ہیں جو عدت میں بیٹھی عورت نہیں کر سکتی۔ تمہیں پوچھنا تو چاہیے اس سے۔" انہوں نے اتنا ہی کہا تھا کہ صوفیہ نے ان کی بات کاٹ دی۔

"بی بی جان کاشف ہیں نا پوچھنے کے لیے۔ حبیبہ اور اس کے تمام امور کا خیال رکھنے کے لیے۔ وہ مجھ سے زیادہ اچھی طرح اس کی ذمہ داریاں بانٹ رہے ہیں۔" وہ اپنی دلگرفتگی اور بے زاری کو حتی الامکان چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی تھی۔ کئی دن ہو چلے تھے مجید بھائی کی وفات کو اور کئی دنوں سے اس کی نیند اڑی ہوئی تھی۔

"اب کیا ہو گا؟" یہ وہ سوال تھا جو ہمہ وقت اس کے اعصاب پر سوار رہنے لگا تھا۔ بی بی جان اور کاشف کو حبیبہ سے ہمدردی کا اتنا تیز بخار چڑھا تھا کہ حرارت اسے اپنے وجود تک محسوس ہونے لگی۔ حبیبہ کا بھرا پرا میکا تھا سسرالی رشتے دار بھی کم نہیں تھے، لیکن کاشف اور بی بی جان ہمہ وقت اسے "اکیلا" اور "عدت میں بیٹھی مجبور عورت" قرار دیتے ہوئے اس کی ساری ذمہ داریاں بانٹنے کے لیے ہمہ وقت بے تاب رہتے تھے اور یہ بات صوفیہ کو کانٹے کی طرح چبھتی تھی۔

"صوفیہ وہ بیوہ ہے۔ اس کا خیال رکھنا ہم سب کی ذمہ داری ہے بیٹی۔" بی بی جان کو کافی دکھ ہوا تھا اس کی بات

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سن کر۔ وہ اپنی ناپسندیدگی چھپا نہیں پائی تھیں۔
"یہی تو میں آپ کو سمجھانا چاہ رہی ہوں بی بی جان۔ وہ بیوہ ہے۔ اس کے شوہر کو دنیا سے رخصت ہوئے دس دن بھی نہیں ہوئے۔ وہ عدت میں ہے۔ اسے غیر مردوں سے نہیں ملنا چاہیے۔ اس لیے اسے کچھ دیر اکیلا چھوڑ دیں۔ اپنے شوہر کے لیے مغفرت کی دعائیں مانگنے دیں۔ احسان کریں اس پر بھی اور مجھ پر بھی۔" وہ چڑ کر بولی تھی۔
"کیا کہنا چاہتی ہو تم صوفیہ۔ مجھ سے اشاروں میں باتیں مت کرو۔ اس عمر میں ایسی ذہنی مشقت کے قابل نہیں ہوں میں۔" بی بی جان نے چہیتی بہو کے انداز گفتگو کو بغور دیکھا تھا۔ وہ نرم و نازک سی ٹھہر ٹھہر کر سمجھ داری سے گفتگو کرنے والی صوفیہ، جو انہیں پہلی نظر میں اپنے بیٹے کے لیے بھا گئی تھی جیسے کہیں گم ہو کر رہ گئی تھی۔
"بی بی جان کاشف ہر روز حبیبہ کے گھر کیوں جاتے ہیں۔؟" اس کا ارادہ نہیں تھا کہ وہ یہ سوال ان سے کرے گی، لیکن اس سے صبر نہیں ہوا تھا اور پھر ساس کے علاوہ تھا ہی کون جن سے وہ بات کر سکتی۔
"روز صرف یہ پوچھنے جانا کہ اسے کوئی کام یا کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے اور پھر دو گھنٹے وہاں قیام کرنا۔ یہ کون سی نئی مذہبی رواداری ہے جس کا کسی کتاب میں ذکر آج تک میں نے تو نہیں پڑھا۔ یہ کوئی مناسب بات ہے کیا۔ لاکھ وہ دوست کی بیوہ کی حیثیت سے اس کی بھلائی کے لیے اس سے ملتے ہوں گے، لیکن کیا یہ بات جائز ہے۔ آپ خود بتائیں۔" اب کی بار وہ چڑ کر نہیں بولی تھی بلکہ عجیب طرح کا خدشہ تھا جو اس کے چہرے سے چھلکنے لگا تھا۔
"صوفیہ! آج پہلی مرتبہ مجھے بھی یہ احساس ہو رہا ہے کہ کاشف صحیح کہتا ہے۔ تم بلاوجہ ہر بات کو سر پر سوار کر کے شوہر کے ساتھ لڑائی جھگڑے کا سامان پیدا کرتی ہو۔" بی بی جان بہت لاچار سے انداز میں بولی تھیں۔ حقیقت یہ بھی تھی کہ وہ اس روز روز کی بحث سے اکتانے لگی تھیں۔ انہوں نے خود جوانی میں بیوگی کاٹی تھی اس لیے ان کے دل میں یک دم حبیبہ کے لیے بہت ہمدردی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ یہ بات سن کر ہی کافی ناراض ہو رہی تھیں کہ صوفیہ ایک عدت میں بیٹھی عورت پر بھی شک کر سکتی ہے۔
"میری بات سنو بیٹی۔ حبیبہ کا بہت نقصان ہوا ہے۔ شوہر کی اچانک حادثاتی موت نے اسے اعصابی طور پر بہت دھچکا پہنچایا ہے۔ اسے دوست احباب کے سہارے کی ضرورت ہے۔ زمانہ جو بھی کہے، لیکن میں جانتی ہوں کہ شوہر کے چلے جانے سے جو خلا پیدا ہو جاتا ہے وہ عورت کو بہت کمزور کر دیتا ہے۔ اسے جذباتی سہارے کی بھی ضرورت ہے اور پھر ظاہر ہے وہ اب مالی طور پر کاشف کی محتاج ہے کیوں کہ اس کے شوہر کا خطیر سرمایہ کاشف کے کاروبار میں لگا ہے۔ لین دین اور بینک کے معاملات کے لیے کاشف کو طوعاً "کرہاً" وہاں جانا ہی پڑتا ہے۔ تم یہ بات سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتی۔ اپنے دل اور ذہن کو کشادہ رکھو۔ اب تو تم ماں بن چکی ہو۔ تمہارا قلعہ بہت مضبوط ہے میری بیٹی۔" وہ ہمیشہ کی طرح بہت شفقت بھرے انداز میں اسے نصیحت کر رہی تھیں۔ صوفیہ کچھ نہیں بولی۔ اسے اب بی بی جان کے پند و نصائح والے سب ابواب ازبر ہو چکے تھے۔ اسے ان میں دلچسپی محسوس نہیں ہوتی بلکہ اس کا دل دکھتا تھا کہ وہ کبھی اس کا ساتھ دینے کی بجائے اپنے بیٹے کی حمایت کرتی ہیں۔
"ہم چلیں گے کسی دن اس کی طرف۔ میں تمہارا انکار نہ سنوں۔" ان کی بات حتمی اور آخری تھی۔ صوفیہ کا دل چاہا کہ صاف انکار کر دے، مگر احتراماً خاموش رہی، لیکن چہرے پر جو بے زاری چھائی تھی وہ ان سے چھپی نہیں رہی تھی۔
"اللہ کے یہاں صلہ رحمی کا بہت درجہ ہے میری بچی۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan


Like us on Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1



نمنا کو سلیم کے کمرے سے نکلتے دیکھ کر زری مزید دروازے کے پیچھے ہو گئی کہ کہیں نمنا کی نظر اس پر نہ پڑ جائے۔ اس نے ان دونوں کی ساری گفتگو سن اور سمجھ بھی لی تھی۔ اس کے لیے یہ بہت حیران کن بات تھی۔ سلیم کو اس نے کبھی اپنے ہونے والے کے طور پر نہیں سوچا تھا۔ اسے سلیم کبھی پسند رہا ہی نہیں تھا۔

وہ نمنا کے جانے کے پانچ منٹ بعد نکلی تھی اور پھر گھر کی سیڑھیوں میں بھی پانچ منٹ رک کر انتظار کرتی رہی تھی۔ وہ یہ تاثر دینا چاہتی تھی کہ وہ نمنا کو بلانے گئی تو تھی، لیکن خالہ نے اسے اپنے پاس بٹھالیا تھا۔ نمنا کو اگر بھنک پڑ جاتی کہ وہ ان کی باتیں سن چکی ہے تو ایک معرکتہ الارا جھگڑا ہو سکتا تھا اور جھگڑوں سے وہ بڑا بچتی تھی۔ اس کی اور نمنا کی زیادہ بنتی نہیں تھی، لیکن اس میں اس سے زیادہ نمنا کا ہی قصور ہوتا تھا۔ اس کی کسی سے بھی نہیں بنتی تھی۔ اس نے کزنز اور کلاس فیلوز کو بھی کبھی گھاس نہیں ڈالی تھی اور انہوں نے بھی اس کی غیر موجودگی میں ایک نام رکھ چھوڑا تھا۔ سب اسے "نمنا پھڈے باز" کہہ کر بلاتے تھے۔

جبکہ زری کزنز، کلاس فیلوز حتیٰ کہ ماں باپ کی بھی ہر دلعزیز رہی تھی۔ اس کی ایک وجہ تو اس کی بے مثال خوب صورتی تھی پھر اس کی عادتیں اور شوق بھی سب کی توجہ جلدی اپنی جانب مبذول کروا لیتے تھے۔ اسے کپڑے پہننے اوڑھنے کا سلیقہ تھا۔ اس نے بہت چھوٹی عمر میں سلائی سیکھ لی تھی۔ کسی بھی شادی بیاہ یا دعوت پر جاتے ہوئے وہ اپنے کپڑے خود ڈیزائن کرتی تھی اور ایسے کرتی تھی کہ سب تعریف کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ میک اپ اتنا اچھا کرتی تھی کہ اس کی سہیلیاں اسے اپنا بیوٹی پارلر بنانے کا مشورہ دیتی تھیں۔ خاندان کی ہر شادی پر دلہن کی مہندی اس کے ذمے رہتی تھی۔

ان ہی وجوہات کی بنا پر وہ لڑکیوں اور ان کی ماؤں میں مقبول ہو جاتی تھی جبکہ نمنا کو ایسے شوق نہیں تھے۔ وہ بچپن سے آدم بے زار ٹائپ تھی۔ وہ تو زری کی عادتوں سے بھی چڑتی تھی جبکہ زری کو اس کی عادتوں پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ وہ تو دل سے دعا کرتی تھی کہ نمنا نارمل لڑکیوں کی طرح میک اپ مہندی چوڑیوں میں دلچسپی لیا کرے، اسی لیے یہ ساری باتیں سن کر اسے یہ کم از کم ضرور اچھا لگ رہا تھا کہ نمنا کی زندگی میں کوئی بات نارمل لڑکیوں والی بھی تھی، لیکن سلیم پھر بھی اسے پسند نہیں تھا۔ اسی لیے اسے نمنا کا دو ٹوک انکار بھی تسلی بخش لگا تھا۔ یہی سب سوچتی وہ سیڑھیاں چڑھ گئی تھی۔



"نمنا۔۔۔ زری۔۔۔ اٹھو نماز کا وقت نکل رہا ہے۔" امی نے قرآن پاک شیلف پر رکھتے ہوئے بیٹیوں کے کمرے کی جانب منہ کر کے آواز دی تھی پھر باسی روٹیاں، سوکھی ڈبل روٹی اور رات کے بچے ہوئے تھوڑے سے چاول ایک پرات میں لے کر باہر صحن میں آگئیں۔ یہ گھر کافی بڑا، لیکن پرانی طرز کا بنا تھا۔ نیچے کا سارا پورشن گودام کے طور پر استعمال ہوتا تھا اور وہ انہوں نے کرائے پر چڑھا رکھا تھا جبکہ پہلی منزل پر ان لوگوں نے رہائش اختیار کی ہوئی تھی۔ چار کشادہ کمروں، ٹی وی لاؤنج، ڈرائنگ روم اور ایک بڑے سے کچن پر مشتمل وہ پورشن ان کی ضرورت کے لیے کافی سے زیادہ تھا۔ مسئلہ صرف ایک تھا کہ سیڑھیاں چڑھ اتر کر باہر اندر آنا جانا پڑتا تھا جس سے وہ خار کھاتی تھیں، لیکن اچھی بات یہ تھی کہ صحن کافی بڑا تھا۔

امی نماز فجر کے بعد اطمینان سے وہاں چہل قدمی کر سکتی تھیں۔ یہ ان کی بہت بڑی روٹین تھی۔ نماز کے بعد باسی روٹیوں کے ٹکڑے قینچی سے کاٹ کاٹ کر چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ کر چڑیوں کو ڈالتی جاتی تھیں اور ساتھ

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ساتھ اسم الٰہی کا ورد بھی کرتی رہتی تھیں۔
ان کاموں سے فراغت کے بعد وہ چائے چولہے پر رکھ دیتیں۔ نینا سب سے پہلے گھر سے نکلتی تھی اور اکثر اوقات صرف چائے پی کر ہی جاتی تھی۔ اس کے بعد ان کے ابا روانہ ہوجاتے تھے۔ سب سے آخر میں امی اور زری اطمینان سے ڈٹ کر ناشتا کرنے کی عادی تھیں۔
انہوں نے معمول کے مطابق سب کام انجام دیے۔ چڑیوں کو روٹیاں ڈال کر انہوں نے چائے بنائی پھر دوبارہ بیٹیوں کے کمرے میں جھانک کر دیکھا۔ زری کا بیڈ لحاف سے ڈھکا ہوا تھا جس کا مطلب تھا وہ سو رہی تھی جبکہ نینا نظر نہیں آئی تھی۔ وہ یقیناً "باتھ روم میں تھی۔ امی دوبارہ لاؤنج میں آکر بیٹھ گئیں۔
"امی میں جارہی ہوں۔ اللہ حافظ۔" نینا کمرے سے نکلتے ہوئے بولی تھی۔ امی نے اسے دیکھا۔ وہ اسے اطمینان سے اپنے پاس بٹھا کر اپنا موقف سمجھانا چاہتی تھیں کہ وہ سلیم کے ساتھ اتنا بے تکلف مت ہوا کرے۔ اس کے ابا کو یہ سب پسند نہیں ہے۔ وہ مناسب الفاظ ہی منتخب کررہی تھیں۔ جوان اولاد سے بات کرتے ہوئے بھی سو قسم کی احتیاطیں درکار ہوتی ہیں، سو قسم کے ہیر پھیر کرکے انہیں باتیں سمجھانی پڑتی ہیں، لیکن نینا کا بجھا ہوا چہرہ اور متورم سرخ آنکھیں دیکھ کر امی کے دل کو کچھ ہوا۔ نینا بد مزاج چڑچڑی تھی۔ منہ پھٹ بھی تھی، لیکن ایک بات وہ حلفیہ کہہ سکتی تھیں ان کی بیٹی کردار کی بہت اچھی تھی۔ اسکول کالج تک لڑکوں کے ساتھ پڑھی تھی اور مجال ہے اس نے کبھی انہیں شکایت کا موقع دیا ہو۔ ایک سلیم ہی تو تھا جس سے وہ ذرا ہنس کر بات کرلیتی تھی ورنہ باقی سارے زمانے کو تو کاٹ کھانے کو دوڑتی تھی اور انہیں یقین تھا کہ سلیم کے ساتھ اس کی صرف کزن کی حیثیت سے بے تکلفی تھی۔ ان کے شوہر کا ذہن جس نہج پر سوچ رہے تھے اس سے وہ اتفاق نہیں کرتی تھیں۔
انہیں اس کے اپنی خالہ کے گھر جانے یا سلیم کے ساتھ بے تکلفی پر بھی اعتراض نہیں تھا، لیکن ان کے دل میں شوہر کا بھی اس قدر احترام اور عزت تھی کہ وہ ان کی بات سے انکار نہیں کرسکتی تھیں۔ یہ کام تو زندگی میں کبھی نہیں کیا تھا۔ انہوں نے اور اپنی طرف سے انہیں شکایت کا موقع بھی کبھی نہیں دیا تھا انہوں نے۔ اگر انہیں اس بات پر اعتراض تھا کہ نینا اور سلیم کے درمیان ضرورت سے زیادہ بے تکلفی ہے تو پھر امی کو بھی اعتراض تھا۔ حالانکہ انہوں نے اشاروں میں صرف ابھی اس بات کی نشاندہی کی تھی، لیکن امی چاہتی تھیں کہ ان کے شوہر کو مزید کسی شکایت کا موقع نہ ملے اسی لیے انہوں نے رات کو نینا کو ٹوکا تھا، لیکن اب اس کی حالت دیکھ کر انہیں بہت افسوس ہوا۔ اولاد کتنی ہی بد مزاج یا منہ پھٹ کیوں نہ ہو ماں کی محبت کو نہیں دبا سکتی۔ اولاد کی ذرا سی بے چینی ماں کو بھی بے چین کردیتی ہے۔ نینا کا بے چین انداز دیکھ کر امی کو دل ہی دل میں افسوس ہورہا تھا کہ وہ شاید ان کے ڈانٹنے کی وجہ سے اتنی اپ سیٹ نظر آتی ہے۔
"نینا! چائے بنی ہوئی ہے۔ پی کر جاؤ۔" انہوں نے رات والی ساری ناراضی بھلا کر اسے پکارا۔ نینا جاگرز کے تسمے باندھ رہی تھی۔
"امی دل نہیں چاہ رہا۔" اس نے انکار کیا تھا۔ اس کی آواز میں کسلمندی تھی۔ امی کو مزید دکھ ہوا۔ اتنا تو کبھی ان کی بات کا برا نہیں منایا تھا اس نے۔ اس کی آنکھیں دیکھ کر لگتا تھا جیسے رات بھر روتی رہی ہے۔
"آدھا کپ ہی پی لو۔ خالی پیٹ مت رہا کرو۔ اتنے لمبے دن ہیں آج کل کے۔ کچھ کھا کر نہیں جاتی۔ پتا نہیں یونیورسٹی میں بھی کچھ کھاتی ہو کہ نہیں۔ واپس بھی چار بجے ہوتی ہے۔ کچھ تو کھا لیا کرو۔" امی نے محبت سے چور لہجے میں کہا۔ وہ خاموشی سے سیڑھیوں سے ملحقہ دیوار پر لگے آئینے کے سامنے کھڑی ہوکر دوپٹا سیٹ کررہی تھی۔ امی کو ایک بار پھر افسوس ہوا۔ اتنی سادہ اور لاپروا سی بیٹی تھی ان کی۔ یونیورسٹی میں پڑھتی تھی مگر انہوں نے اسے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کبھی دوسری لڑکیوں کی طرح سجتے سنورتے نہیں دیکھا تھا۔ یونیورسٹی میں ایڈمیشن کے وقت سفید ٹراؤزرز کے ساتھ درجن بھر مختلف پرنٹس کی کالروالی جو شرٹس سلوائی تھیں وہی بدل بدل کر پہنتی رہتی۔ ڈوپٹے بھی سفید ہی لے لیتی تھی اور وہ بھی مرضی تھی کبھی سر پر ڈال لیتی کبھی کندھے پر ٹکا کر نکل جاتی۔ کبھی رسی بنا کر گردن میں لٹکا لیتی اور کبھی کبھی اسکارف بھی لے لیتی تھی۔

امی کو بس اس کا رویا رویا چہرہ دیکھ کر افسوس ہوئے چلا جارہا تھا۔ اس کی ساری پژمردگی اور کسلمندی انہیں اپنی ڈانٹ کا شاخسانہ لگ رہی تھی۔ وہ پہلے بھی ایسے اس کی بدمزاجی اور بد زبانی پر ٹوکتی ڈانٹتی رہتی تھیں اور ان کی ڈانٹ کے جواب میں وہ پہلے کبھی روئی تو نہیں تھی۔ وہ اگر روئی ہوئی نا لگ رہی ہوتی تو انہیں بھی اس قدر افسوس نا ہو رہا ہوتا۔ امی اپنی جگہ سے اٹھیں اور دم پر رکھی چائے میں سے اس کے لیے ایک پیالی نکال کر ساتھ بسکٹس بھی رکھ لائیں کہ شاید سامنے رکھ دیں تو وہ کھالے۔

"امی واقعی دل نہیں چاہ رہا۔" اس نے انہیں چائے لاتا دیکھ کر کہا۔

"میری خاطر تھوڑا سا کھالو خالی پیٹ گھر سے نکلتی ہو تو میرے دل کو کچھ ہوتا ہے۔" انہوں نے محبت بھرے لہجے میں تاکید کی۔

"اللہ خیر۔ آج تو بہت مہربان ہو رہی ہیں آپ۔ دیکھوں ذرا سورج کس طرف سے نکلا ہے۔" اس نے بلاوجہ کھڑکی کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ چہرے کے تاثرات ابھی بھی پہلے جیسے افسردہ تھے ان میں خوشگواریت کی کوئی جھلک ڈھونڈنے سے بھی نظر نہیں آئی تھی۔

"ماں اولاد کے لیے ہمیشہ ہی مہربان ہوتی ہے۔ تم یہ بات وقت آنے پر سمجھو گی۔" وہ دوبارہ سے صوفے پر بیٹھ گئی تھیں۔ نمنا نے کچھ نہیں کہا۔ امی کن انکھیوں سے بار بار اس کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"یہ وہی بادام کے بسکٹ ہیں جو تمہیں بہت پسند آئے تھے۔ اسی لیے تمہارے ابا سے دوبارہ منگوائے ہیں میں نے۔" امی نے اسے للچانے کی کوشش کی۔ گزشتہ بار جب یہ بسکٹ آئے تھے تو سب سے زیادہ اس نے ہی کھائے تھے۔ نمنا نے انکار میں سر ہلایا۔

"امی بھوک نہیں ہے۔" وہ لاچاری سے بولی۔ چہرے کی طرح لہجہ بھی الجھا ہوا تھا لیکن امی کے اصرار پر صوفے پر میز کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔

"بھوک ہوگی بھی کیسے۔ تمہارے معدے کی عادت ہی نہیں رہی وقت پر کھانے کی۔ ناشتا نا کرنے کی عادت اور خالی پیٹ چائے پی پی کر معدہ جلا لیا ہے تم نے اپنا۔ اور پھر یہ جو سارا دن چپس اور الم غلم کھاتی رہتی ہو۔ یہ ٹھیک نہیں ہے نمنا۔ جوان بچی ہو۔ بھوک نا لگنے کا تو کوئی جواز نہیں بنتا۔ اس عمر میں دو پراٹھے اور اتنا بڑا سا آملیٹ کھایا کرتی تھی میں ناشتے میں۔" اس کے آگے بسکٹس والی پلیٹ کرتے ہوئے وہ ٹوکتے ہوئے مسکرائیں تھیں۔

"اس کا مطلب زری بالکل آپ جیسی ہے۔" نمنا سادہ سے لہجے میں بولی تھی۔ زری کو ڈٹ کر ناشتا کرنے کی عادی تھی۔ امی نے چونک کر اس کا چہرہ دیکھا۔ مسکراہٹ ان کے چہرے سے یکدم غائب ہوئی۔

"ہاں۔۔۔ شاید۔۔۔" انہوں نے تصدیق کی تھی لیکن تردید کے انداز میں۔ نمنا نے بادام والا ایک بسکٹ اٹھا ہی لیا تھا۔



"رانی یہ والا بیڈ کور اتار کر یہ گرین اور زرد پھولوں والا بچھادو۔" اس نے بیڈ کور نکال کر رانی کو پکڑاتے ہوئے کہا تھا۔ رانی نے سر ہلا کر بیڈ کور پکڑ لیا تھا۔ شیریں کی طبیعت کیا ٹھیک ہوئی تھی سارے گھر میں تھرتھلی سی مچ گئی تھی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

اس نے آج سارے گھر کی صفائی اپنی نگرانی میں کروائی تھی پھر اماں رضیہ کے ساتھ مل کر کھانا بھی بنایا تھا۔ اپنے ہاتھوں سے سمیع کے لیے رس ملائی بنائی تھی اور اب وہ یہ سوچ سوچ کر خوش تھی کہ یہ سب دیکھ کر سمیع کتنا خوش ہوگا۔ آج اس نے کسی قسم کی منفی سوچ کو قریب پھٹکنے بھی نہیں دیا تھا۔ ڈاکٹر بشریٰ کی ہدایت کے مطابق وہ اپنے معمولات تبدیل کرنے کی حتی الامکان کوشش کر رہی تھی۔ رانی آرام سے سرہانے کا کور اتارتی ہوئی اس کے انداز واطوار ملاحظہ کر رہی تھی۔

"ارے تم نے ابھی تک کور ہی تبدیل نہیں کیا۔ لاؤ مجھے دو۔ میں کرتی ہوں۔ تم ذرا بھاگ کر لان میں جاؤ اور جتنے بھی سرخ گلاب ہیں نا سب توڑ لاؤ۔" اس نے اگلا حکم صادر کیا۔ شیریں کے ہاتھ کافی پھرتی سے چل رہے تھے۔

"میں یہ بدل کر چلی جاتی ہوں باجی۔ ابھی ایک منٹ میں۔" رانی نے جلدی جلدی ہاتھ چلانے شروع کیے تھے۔ شیریں نے اس دوران میں دوسرے سرہانے کا کور اتار کر نیا چڑھانا شروع کر دیا تھا۔ رانی کے کور چڑھانے تک وہ بیڈ پر چادر ڈال کر بچھانے لگی تھی۔

"باجی! آپ رہنے دیں میں کر لیتی ہوں۔ سمیع بھائی کو پتا چلے گا تو وہ بہت ناراض ہوں گے۔ غصہ کریں گے۔" رانی نے اس کے ہاتھ سے چادر پکڑنی چاہی تھی۔ اماں رضیہ کے حکم کے مطابق اب وہ مالکوں کے لیے باجی اور بھائی کے القابات استعمال کرنے لگی تھی۔ وہ شیریں کے سامنے کافی مستعد نظر آنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسے حیرانی بھی ہو رہی تھی کہ باجی شیریں حاملہ ہونے کے بعد اتنی پھرتیلی کیسے ہو گئی تھیں۔ کہاں وہ سارا دن اپنے کمرے میں سر پکڑ کر بیٹھی رہتی تھیں اور کہاں صبح سے سارے گھر میں تتلی بنی اڑتی پھر رہی تھیں۔ اس نے حکم کے مطابق تیزی سے ہاتھ چلانے شروع کیے تھے۔

اس نے اگر اس دن ماں رضیہ اور شیریں کی باتیں نا سنی ہوتیں تو اسے کوئی پروا نا ہوتی لیکن اب وہ جانتی تھی کہ گھر کی مالکن جلد ہی گھر میں ننھے مہمان کا اضافہ کرنے والی ہے تو وہ اس کا خیال رکھنے کی بھی زیادہ کوشش کر رہی تھی۔ اسے پتا کچھ بھی نہیں تھا۔ نو عمر سی لڑکی تھی لیکن فلمیں ڈرامے دیکھ دیکھ کر کافی کچھ سیکھ چکی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ ان دنوں مالکن کا خیال رکھے گی تو وہ خوش ہو کر اس کی تنخواہ میں اضافہ کر دے گی اور ہو سکتا ہے ریشمی ستاروں والا سوٹ بھی دلوا دے۔ اسے پتا ہی نہیں تھا کہ جو خبر اس نے دروازے کی اوٹ سے سن لی تھی اس میں ذرا سی بھی صداقت نہیں تھی۔

"سمیع تم لوگوں پر غصہ کرتا ہے؟" شوہر کے ذکر پر شیریں کے چہرے پر مسکراہٹ چمکی تھی۔

"نہیں جی زیادہ تو نہیں۔ بس وہ ایسے ہی۔" رانی کو سمجھ نہیں آیا کہ مزید کیا کہے۔ مالکن باجی اپنے میاں کو شکایت بھی کر سکتی تھی۔

"ڈرو مت۔ میں تمہاری شکایت نہیں کروں گی سمیع سے۔" شیریں نے اسے تسلی دی تھی پھر اسے بیڈ پر چادر ٹھیک سے بچھاتا دیکھ کر وہ مطمئن ہو کر وارڈ روب کی سمت بڑھ گئی تھی۔ اب اسے اچھا سا لباس نکال کر تیار ہونا تھا۔

"نہیں باجی جی۔ شکایت والی بات تو نہیں ہے جی۔" رانی نے ہتھیلیوں کی مدد سے چادر کی شکنیں دور کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ دل ہی دل میں تمہید باندھ رہی تھی کہ کس طرح مالکن کو رضامند کرے کہ وہ بیٹے کی ماں بن کر اسے ستاروں والا ریشمی سوٹ ضرور دے گی۔ چھوٹی عمر تھی اور چھوٹی چھوٹی ہی خوشیاں تھیں۔

"اچھی بات ہے۔ چلو اب جاؤ جلدی سے پھول لے کر آؤ پھر میں نے کپڑے بھی آئرن کروانے ہیں۔" وہ وارڈ

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

روب میں منہ دیے ڈریس منتخب کرنے میں لگی ہوئی تھی۔
"جی باجی جاتی ہوں۔" اس نے میلے بیڈ کور کا گولہ سا بنا کر ہاتھ میں پکڑا پھر مڑی تو نظر وارڈ روب پر پڑی۔ ایک سے ایک بڑھیا سلا ہوا' ریڈی میڈ سوٹ ہینگ کیا ہوا نظر آرہا تھا۔ اسے بڑا اچھا لگا۔ یہ کسی بھی بڑے گھر میں کام کرنے کا اس کا پہلا تجربہ تھا۔ اسے بہت سی چیزیں نئی نئی سی لگتی تھیں۔ کچن کیبنٹس میں پڑی کروسری' فریج میں موجود تازہ پھل' ڈائننگ ہال میں سجے چمکتے نئی نئی طرز کے برتن۔ باتھ روم کے ٹائلز' شیلف پر پڑے وہ سب شیمپو لوشن جو اس نے صرف ٹی وی میں دیکھ رکھے تھے۔ اب وہ نا صرف انہیں ہاتھ میں پکڑ سکتی تھی بلکہ نظر بچا کر استعمال بھی کر سکتی تھی۔ دل لبھانے کی کیا کیا چیزیں تھیں جو اسے ہمہ وقت اس کے حواسوں پر سوار رہتی تھیں۔
وہ چند لمحے اسی طرح ان کپڑوں کی جانب دیکھتی رہی۔
"باجی۔ جب آپ موٹی ہو جائیں گی تو یہ کپڑے کس کو دیں گی۔" اس نے بے ساختہ ہی پوچھ لیا۔ شہرین نے مڑ کر حیرانی سے اسے دیکھا۔
"نہیں بھئی۔ میرا موٹے ووٹے ہونے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔" وہ ناک چڑھا کر بولی تھی۔
"پر باجی جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو سب عورتیں موٹی ہو جاتی ہے۔ پھر تو کپڑے تنگ ہو جاتے ہیں نا۔" رانی معصومیت بھرے لہجے میں بولی تھی۔ شہرین کے چہرے پر اب کی بار نا صرف حیرانی بلکہ ناپسندیدگی بھی تھی۔
"کہاں ہے بچہ۔ کیا الٹی سیدھی باتیں کرتی رہتی ہو۔" شہرین چڑ کر بولی تھی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ رانی نے اس کی اور اماں رضیہ کی باتیں سنی ہوں گی۔ رانی سہم سی گئی۔
"جاؤ جا کر پھول لے کر آؤ۔" وہ اسے ڈپٹ کر بولی۔ اسے رانی کا یہ سوال اچھا نہیں لگا تھا اور رانی ہاتھ میں بیڈ کور پکڑے کمرے سے باہر جاتے ہوئے سوچ رہی تھی۔
"فلموں میں تو ایسی باتیں سن کر ہیروئنیں تو خوش ہوتی ہیں۔ یہ ہماری مالکن اس بات پر بھی غصے میں آگئی ہے۔"



اس روز سر شام ہی آسمان کو بادلوں نے گھیر لیا تھا۔ برسات کے دن تھے اس لیے بادلوں کا آنا جانا اور آنے جانے کے اس سفر کے درمیان میں دل کھول کر یا ترس کر برسنا آج کل معمول کی بات لگتی تھی۔ کاشف نے کچھ عرصہ پہلے ہی اپنی دکان کو ایک بڑے شوروم میں تبدیل کر لیا تھا اور اس کے ساتھ ہی اب اپنا ایک کشادہ الگ آفس بھی بنا لیا ہوا تھا مجید بھائی کے مرنے سے اس کی مستقبل کی منصوبہ بندی کو بڑی ٹھیس پہنچی تھی کیونکہ وہ ان پر کافی انحصار کرنے لگا تھا۔ دبئی تو وہ صرف مارکیٹ کی جانچ پڑتال کے لیے جانا چاہ رہے تھے۔ ان کا اصل مقصد بعد میں چین جانا تھا جہاں سے ہوم اپلائنسز امپورٹ کر کے خطیر منافع کمانے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن فی الوقت یہ سب معاملات التوا کا شکار تھے لیکن پھر بھی اس کا کاروبار کافی سے زیادہ وسیع ہو چکا تھا اسی وجہ سے اس کے معمولات زندگی بھی تبدیل ہوتے جاتے تھے۔
اس روز وہ شوروم سے ذرا جلدی اٹھ گیا تھا۔ آج کل اس کی روٹین یہی تھی۔ اپنے گھر جانے سے پہلے وہ حبیبہ کی طرف جاتا تھا۔ بادل دیکھ کر اس نے سوچا کہ ارادہ ملتوی کر دے لیکن پھر حبیبہ کی ناراضی کے متعلق سوچ کر اس نے گاڑی اس کے گھر کی سمت موڑ دی تھی۔ وہاں پہنچنے سے پہلے ہی ہلکی بارش شروع ہو گئی تھی۔ حبیبہ کو دیکھ کر اس کے چہرے پر اور اس کو دیکھ کر حبیبہ کے چہرے پر مسکراہٹ خود بخود چمکنے لگتی تھی۔
"کیا ہو رہا تھا سیٹھ صاحب۔" ایک دوسرے کے قریب صوفے پر بیٹھ چکنے کے بعد اس نے سوال کیا تھا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"جناب کا انتظار ہو رہا تھا کہ آپ آئیں تو بہار آئے۔" وہ اٹھلا کر بولی تھی۔ کاشف کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ صوفیہ کو ایسی دل لبھانے والی باتیں کرنی نہیں آتی تھیں اور حبیبہ ایسی باتیں کرنے سے چوکتی نہیں تھی۔ وہ صوفے کی پشت کا سہارا لے کر ذرا ریلیکس ہوا تھا۔

"میں آج جلدی چلا جاؤں گا۔ بادل کالی گھرے ہیں۔ ہلکی بارش ہو رہی ہے لیکن مجھے لگتا ہے آج بادل جی بھر کر برسنے والے ہیں پھر ڈرائیو کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے آج "بہار" اپنے گھر جا رہی ہے۔" وہ بات مکمل کر کے خود ہی ہنسا تھا۔

"یہ غلط ہے۔" وہ کہہ رہی تھی۔ کاشف کے چہرے پر ذو معنی سے مسکراہٹ بکھری۔

"کیوں سیٹھ صاحب۔ میرا اپنے گھر جانا غلط کیسے ہو گیا؟۔ کیا میں اپنے گھر نا جاؤں؟" وہ اسی انداز میں سوال کر رہا تھا۔

"میں گھر جانے کی بات کو غلط نہیں کہہ رہی ہوں بلکہ میں یہ کہہ رہی ہوں کہ ٹیکنیکلی تمہارا جملہ غلط ہے کہ بہار اپنے گھر جا رہی ہے۔ یوں کہو کہ "بہار" اپنے گھر جا رہا ہے۔" وہ تصحیح کر رہی تھی۔ کاشف نے سر ہلایا۔

"اوکے۔ بہار آج اپنے گھر جا رہا ہے۔ اب خوش ہو؟"

"کاشف نثار جس کے احباب میں شامل ہو گا۔ وہ خوش کیوں نا ہو گا جناب۔"

"اس عزت افزائی پر میں شکر گزار ہوں سیٹھ صاحب۔"

"عزت افزائی کا شکریہ ہی ادا کرنا ہے تو کھانا کھا کر جاؤ نا۔ یہ تو کوئی طریقہ نا ہوا۔" وہ پھر اسی ناز و ادا کو لہجے میں سمو کر بولی جو اس کا خاصہ تھا۔ کاشف نے کچھ دیر سوچا۔ حبیبہ کو انکار کرنا آسان نہیں تھا۔

"آج نہیں۔ صوفیہ انتظار کر رہی ہو گی۔" اس نے پھر بہانہ بنانا چاہا۔ اس کے انکار کرنے پر جب حبیبہ اصرار کرتی تھی تو اس کو بڑا اچھا لگتا تھا۔

"میں صرف انتظار ہی نہیں کر رہی۔ صبر بھی کر رہی ہوں۔" اس کے جملے میں ایک اسرار تھا اور یہ اسرار صرف کاشف ہی سمجھ سکتا تھا۔ اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"میں اسی لیے تو آپ کی دل سے قدر کرتا ہوں سیٹھ صاحب کہ آپ بہت صبر والی خاتون ہیں۔" وہ اس کے ملائم ہاتھ کو نرمی سے سہلا رہا تھا۔ حبیبہ کے گھر میں ملازم تو تھے لیکن کاشف کی موجودگی میں کسی کو ڈسٹرب کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ سب کو پچھلی جانب بنے کوارٹرز میں بھیج دیا کرتی تھی حتیٰ کہ چوکیدار کو بھی گیٹ سے ہٹ کر اپنے کیبن میں بیٹھے رہنے کا حکم صادر کر دیا کرتی تھی۔

"تم صوفیہ کو میرے بارے میں کب بتاؤ گے؟" اس نے کاشف کے لہجے کو نظر انداز کر کے سوال کیا تھا۔ اس کی عدت ختم ہوئی تھی یا ابھی کچھ ایام باقی تھے اسے کچھ خبر نا تھی لیکن یہ بات حتمی تھی کہ اس کی شرم کب کی ختم ہو چکی تھی۔ اس کے اور کاشف کے درمیان تعلقات بہت پہلے سے استوار ہو چکے تھے۔

"وہ پہلے سے ہی تمہارے بارے میں جانتی ہے۔" کاشف جو آج جلدی اٹھنے کے ارادے سے آیا تھا اب حبیبہ کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا تھا۔

"کیا۔۔۔؟ کیا جانتی ہے وہ میرے بارے میں؟" حبیبہ اس کی پیش قدمی کو خاطر میں نا لاتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"یہی کہ کاشف، حبیبہ پر مرتا ہے۔" ہاتھ اب چہرے کی جانب آچکے تھے۔

"تو پھر آج اسے یہ بھی بتا دو نا کہ صرف کاشف ہی نہیں مرتا حبیبہ پر۔ حبیبہ بھی مرتی ہے کاشف پر۔ اور کاشف کی خاطر کسی کو بھی مار سکتی ہے۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ذو معنی انداز میں بولی تھی۔ کاشف نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ بارش تیز ہونے لگی تھی اور خون کی روانی بھی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM



"تم نے حبیبہ کو ٹیلی فون تو کر دیا تھا نا؟" بی بی جان نے سفید دوپٹے کا آنچل سر پر درست کرتے ہوئے اس سے سوال کیا تھا۔ وہ زرمین کو گود میں لیے گاڑی میں بیٹھ رہی تھی۔ کاشف نے گھر کے لیے ڈرائیور رکھ دیا تھا۔ وہ دونوں ساس، بہو اب کہیں آنے جانے کے لیے اس کی محتاج نہیں رہی تھیں۔ وہ دونوں ساس، بہو حبیبہ سے ملنے اور اسے گھر کھانے کی دعوت پر مدعو کرنے جا رہی تھیں۔ صوفیہ نے ان کی بات کا جواب دینے کی بجائے آسمان کی جانب دیکھا۔ بادل کافی گھرے ہو رہے تھے۔ بارش کے کافی امکانات نظر آ رہے تھے۔ اس نے گاڑی میں بیٹھنے کے بعد زرمین کو کیری کاٹ میں لٹا دیا تھا۔ وہ دل ہی دل میں دعائیں پڑھ کر اب اس پر پھونک رہی تھی۔ عام ماؤں کی طرح اسے بھی بہت خدشہ رہتا تھا کہ زرمین کو نظر نا لگ جائے سو وہ کسی سے بھی ملتے وقت یا کہیں آتے جاتے وقت زرمین پر دعائیں پڑھ پڑھ کر پھونکتی رہتی تھی۔ بی بی جان بھی اس کو اس ایکٹوٹی میں مصروف دیکھ کر چپ ہو گئیں۔

"ٹیلی فون کرتی رہی لیکن اس نے اٹھایا ہی نہیں۔ ہمارا نمبر دیکھ کر وہ فون اٹھاتی کب ہے۔" صوفیہ نے اپنا کام مکمل کر کے طنزیہ انداز میں کہا تھا۔ بی بی جان نے گہری سانس بھری لیکن بدمزگی کے خیال سے ملائمت بھرے لہجے میں بولیں۔

"ارے نہیں بیٹی۔ اس کی عدت ختم ہوئی ہے نا۔ شاید کہیں ملنے ملانے چلی گئی ہوں گی۔ اتنے دنوں سے گھر میں محصور تھیں۔ ہوا خوری کے لیے نکل گئی ہوں گی۔ ہمارے خاندان میں تو عدت کے بعد بھائی بھاوج اپنے یہاں لے جاتے ہیں اور پھر کچھ دن، بہت اہتمام سے مہمان بنا کر رکھتے ہیں۔ کیا پتا ان کے یہاں بھی ایسا ہی رواج ہو۔"

صوفیہ چپ رہی ڈرائیور اور دوسرے ملازمین کے سامنے وہ عموماً" بی بی جان سے بحث سے احتراز برتتی تھی۔ گاڑی فراٹے بھرتی ڈیفنس کی جانب رواں دواں تھیں۔ اس دوران بارش بھی برسنے لگی تھی۔ زرمین کاٹ میں لیٹی سو گئی تھی۔ صوفیہ بھی خاموشی سے گاڑی کے شیشے سے برستی بارش کو دیکھنے لگی۔ بارش کی رفتار زیادہ نہیں تھی اس لیے شیشے ابھی دھندلائے نہیں تھے۔ صوفیہ کو باہر دیکھتے ہوئے یکدم احساس ہوا جیسے کاشف کی سیاہ سوک پاس سے گزری ہے۔ وہ دو رویہ سڑک تھی۔ ایک سیاہ رنگ کی گاڑی فراٹے بھرتی ان کے قریب سے گزر کر متضاد سمت میں چلی گئی تھی۔

بی بی جان دل کی مریضہ تھیں اس لیے ڈرائیور کو سست رفتاری کی خاص تاکید کی جاتی تھی۔ صوفیہ نے ذرا سا آگے ہو کر گردن موڑ کر پیچھے دیکھتے ہوئے اس سیاہ گاڑی کو کھوجنے کی کوشش کی لیکن اسے ناکامی ہوئی۔ اس گاڑی کی رفتار کافی زیادہ تھی' وہ منٹوں میں غائب ہو گئی تھی۔ صوفیہ کو یقین سا ہوا کہ وہ گاڑی کاشف ہی کی تھی۔ اس نے کچھ عرصہ پہلے ہی نئی گاڑی نکلوائی تھی۔ اسے ایسے بہت شوق تھے۔ اچھی گاڑی اچھا لباس' اچھی گھڑی۔ وہ دنیا کے سامنے اپنا اسٹیٹس بڑھا چڑھا کر ظاہر کرنے کا شوقین تھا۔

"ارے بی بی جان! یہ کاشف تھے نا؟" اس نے ان سے پوچھا۔

"نہیں۔ وہ اس وقت اس سڑک پر کہاں ہوں گے بیٹی۔" بی بی جان نے آنکھوں پر لگا چشمہ درست کرتے ہوئے کہا۔ انہوں نے مڑ کر عقب میں دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ انہیں یقین تھا کہ صوفیہ کو غلط فہمی ہوئی ہو گی۔ صوفیہ بھی خاموش ہو گئی۔ گاڑی حبیبہ کے گھر کی جانب بڑھ رہی تھی۔



READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"کیا ہوا ہے؟" وہ وال کلاک کی طرف دیکھتے ہوئے آگے ہوا تھا جب کسی نے پوچھا۔ باجی عذرا کاؤنٹر پر کھڑی اسے دیکھتے ہوئے سوال کررہی تھیں۔

"یہ ساتھ والی گلی میں جو حسین صاحب رہتے ہیں ان کے بیٹے کا عقیقہ ہوا ہے۔" اس نے بنا مسکرائے لیکن اپنے مخصوص بذلہ سنج انداز میں کہا تھا۔ وہ آج بہت اداس تھا۔ کسی بھی گاہک کے ساتھ کام کے علاوہ اس نے کوئی بات ہی نہیں کی تھی۔ عذرا باجی مسکرائیں۔

"ساتھ والی گلی کی باتیں مت کرو۔ وہاں تو پرسوں پولیس بھی آئی ہوئی تھی۔ سنا ہے کسی کے گھر سے ہیروئن پکڑی گئی ہے۔" وہ اپنی طرف سے بہت بڑی خبر دے رہی تھیں۔

"ہیروئن پکڑی گئی ہے۔؟" سلیم نے مصنوعی تحیر سے آنکھیں پھیلاتے ہوئے دوہرایا پھر رازداری سے استفہامیہ انداز میں بولا۔

"کون سی ہیروئن۔؟ ریما یا میرا۔ ریشم یا صائمہ۔؟" صائمہ باجی نے قہقہہ لگایا۔

"میں ان کی نہیں۔ اس ہیروئن کی بات کررہی ہوں جو سفید سفید ہوتی ہے۔" انہوں نے وضاحت کی۔

"ارے تو یہ سب کون سا کالی ہیں۔ سب کی سب سفید سفید ہی ہیں۔" وہ اسی انداز میں بولا۔

"بکومت۔ میں تمہارا پوچھ رہی تھی کہ تمہیں کیا ہوا ہے؟" وہ سنجیدہ ہوئی تھیں۔

"مجھے۔؟" اس نے استفہامیہ انداز میں پھر دوہرایا پھر آنکھیں مٹکا کر انہیں گھور کر بولا۔

"آپ کیوں پوچھ رہی ہیں۔؟" عذرا باجی کے ساتھ اس کی کافی بے تکلفی تھی۔ ایک دوسرے کے گھروں میں آنا جانا بھی تھا۔

"میں بس ایسے ہی۔" انہوں نے کندھے اچکائے پھر مزید بولیں۔

"دراصل سارے محلے کو صبح سے بے چینی ہے کہ آج سلیم بھائی پریشان ہیں۔ واصف انڈے ڈبل روٹی لے کر گیا تو وہ کہہ رہا تھا کہ سلیم بھائی اداس لگتے ہیں آج۔ ابھی دکان پر آتے ہوئے نسیمہ باجی مل گئیں۔ وہ بھی یہی کہہ رہی تھیں کہ سلیم کسی بات پر پریشان لگتا ہے۔" ان کی بات پر سلیم دل میں حیران ہوا۔ کیا سارا محلہ اس کے چہرے سے اس کے دل کا حال جان سکتا تھا۔ وہ پریشان تو نہیں تھا لیکن دل کو بے چینی سے لاحق تھی اور اداسی بھی تھی جو مایوسی کے دھندلے پردے میں لپٹی تھی۔ دس بج چکے تھے اور نمنا ابھی تک اپنی ببل گم لینے نہیں آئی تھی۔ وہ یونیورسٹی سے چھٹی نہیں کرتی تھی اور پھر اب تو وہ ٹیوشن کے لیے بھی جاتی تھی۔ یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ گھر سے نکلی نا ہو۔ وہ اگر گھر سے نکلی تھی تو پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ اس نے سلیم سے بغیر ملے جانا گوارا کرلیا تھا۔

"کیا وہ ناراض ہوگئی تھی؟" یہ وہ سوال تھا جو سلیم کے حواسوں پر پوری طرح سوار تھا۔ ساری رات وہ ٹھیک سے سو نہیں پایا تھا۔ اپنی کم مائیگی کا احساس پہلے بھی اس پر حاوی رہتا تھا لیکن نمنا کے دوٹوک جواب نے اسے اندر سے توڑ ہی ڈالا تھا۔ امید آس کی کوئی ہلکی سی کرن بھی اس نے اس کی زندگی میں رہنے نہیں دی تھی۔ وہ واقعی صبح سے بجھا بجھا سا تھا۔ اس کی دکان پر آنے والے گاہکوں نے یقیناً" اس کی پژمردگی کو واضح طور پر محسوس کیا تھا جس کا اظہار باجی عذرا بھی کررہی تھیں۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔ میں صحیح ہوں۔" وہ مسکرایا تھا۔ یہ احساس اچھا بھی لگا تھا کہ اس محلے میں اتنی محبت کرنے والے لوگ موجود تھے۔

"میں نے بھی یہ نہیں کہا جناب کہ آپ غلط ہیں۔ لیکن یہ چہرے پر جو بارہ بجا رکھے ہیں نا یہ یقیناً" غلط ہیں۔ ہمیں نہیں پسند ایسا سلیم۔ اس لیے پوچھ رہی ہوں کہ کیا ہوا ہے۔" وہ لہجے میں شفقت سمو کر بولیں۔ وہ ان کے بڑے بیٹے سے چند سال ہی چھوٹا تھا اور شروع سے ہی ان کا رویہ اس کے ساتھ محبت بھرا ہی رہا تھا۔ وہ مسکرایا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

"آج طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ بخار سا ہے۔ سر میں درد محسوس ہو رہا ہے۔" وہ اتنا ہی کہہ سکے۔

"ارے تو آج بکرمیا علیم کو کہہ دیتے وہ بیٹھ جاتے دکان پر۔ تم آرام کر لیتے۔" انہوں نے پریشانی بھرے لہجے میں کہا تھا۔ سیم نے نفی میں سر ہلایا۔

"وہ تو کالج گئے ہوئے ہیں نا۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ باجی عذرا بولیں۔

"میں تمہارے بھائی سے کہوں۔ ان کی شام کی شفٹ ہے۔ وہ مدد کر دیتے ہیں تمہاری۔"

"ارے نہیں عذرا باجی میں ٹھیک ہوں۔ ٹیبلٹ لی ہے۔ آپ فکر نا کریں۔" اس نے مسکراتے ہوئے انہیں تسلی دی تھی۔

"یہ بھی بات ہے۔ جلدی جلدی ٹھیک ہو جاؤ۔ بالکل اچھے نہیں لگ رہے ایسے سنجیدہ سے۔ مجھے بالکل نہیں قبول یہ والا سیم۔ سارا محلہ مرجھایا ہوا لگ رہا ہے۔" وہ منہ بنا کر بولیں۔

"آج تو بڑی رومانٹک باتیں کر رہی ہیں آپ۔ مجھے تو سارا محلہ کھلا کھلا سا لگنے لگا ہے۔" وہ آنکھیں مٹکاتے ہوئے کاؤنٹر پر ذرا آگے کی جانب ہو کر چڑانے والے انداز میں بولا تھا۔

"شرم کرو۔ بس سے فلرٹ کرتے ہو۔" وہ ہنس رہی تھیں۔

"ہم جو آپ کریں تو حلال۔ ہم کریں تو حرام۔ ظالم لوگ۔" وہ بساط بھر کوشش کر رہا تھا کہ وہ اپنی افسردہ کیفیت سے نکل سکے۔

"چلو مجھے دال مونگ دو۔ دھلی ہوئی۔" انہوں نے ہنستے ہوئے اپنی مطلوبہ شے بتائی تھی۔

"میں کیلی کچیلی چیزیں بیچتا بھی نہیں ہوں۔ یہاں ہر چیز دھلی دھلائی۔ صاف ستھری۔ چکا چک ملتی ہے۔" وہ اپنی جون میں پلٹ آیا تھا۔

"ایسے ہی رہا کرو ہنستے کھیلتے۔ اللہ تمہیں بہت سی خوشیاں دے۔" وہ ہنستے ہوئے دعا دے کر اور ادائیگی کر کے واپس لوٹ گئی تھیں۔

"خوشیاں...؟" اس نے گہری سانس بھرتے ہوئے سامنے کی سمت دیکھا جہاں اس کی خالہ کا گھر تھا۔

"تم ناراض ہو گئی ہو کیا؟" وہی سوال پھر ذہن میں چکرانے لگا تھا۔ وہ افسردگی پھر وجود پر چھانے لگی تھی۔ اس نے کاؤنٹر پر صبح سے رکھی بیل کم پر انگلی رکھی تھی۔



"رانی! ایمن کو میرے پاس لے آؤ۔" شیریں نے ہاتھوں پر لوشن ملتے ہوئے باآواز بلند ملازمہ کو پکارتے ہوئے حکم صادر کیا تھا۔ اس کی طبیعت سارا دن ٹھیک رہی تھی۔ سر درد کی شکایت ہوئی تھی نا ابکائی آئی تھی۔ اماں رضیہ نے مالٹے انار کا جوس نکلوا کر اسے پلایا تھا۔ وہ کافی فریش محسوس کر رہی تھی۔ ہلکے سبز رنگ کے لباس میں نک سک سے تیار مناسب جیولری کے ساتھ اب وہ ٹی وی لاؤنج میں آبیٹھی تھی تاکہ سمیع آئے تو دروازے پر اس کا استقبال کر سکے اور اپنی ساری کارکردگی اس کے گوش گزار کر سکے۔ وہ کافی خوش اور پرجوش نظر آتی تھی۔ ایمن رانی کے پاس تھی اور کب سے شیریں کو رانی کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ ایمن کے ساتھ مسلسل باتیں کرنے میں مصروف تھی۔

شیریں کو اپنے بیڈ روم سے باہر دیکھ کر ملازم کافی مستعد ہو رہے تھے۔ شیریں اماں رضیہ سے بہت خوش تھی اور رانی سے بھی بظاہر اسے شکایت نہیں تھی لیکن ایمن کے ساتھ اس کی باتیں سن کر اسے احساس ہو رہا تھا کہ جس

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

طرح کا انداز گفتگو رانی کا ہے اس سے ایمن کی زبان بھی خراب ہوگی اور پھر اس کے دوپہر والے سوال نے بھی شہرین کو ذرا الرٹ کردیا تھا۔ ایمن کو سنبھالنے کے لیے کوئی سمجھدار لڑکی ہونی چاہیے تھی جبکہ رانی کے ساتھ کافی اٹیچڈ ہوچکی تھی۔ شہرین کو تو یہ خدشہ بھی تھا کہ ایمن الٹے سیدھے الفاظ بولنا سیکھ لے گی۔ بولنے لگی تھی اور اس کا کریڈٹ بھی رانی کو جاتا تھا۔ وہی چھوٹے چھوٹے جملے بولتی رہتی تھی جس کی وجہ سے ایمن باتیں کرنا سیکھ رہی تھی۔

شہرین کو آج ایمن کے متعلق نا صرف اپنی ذمہ داریوں کا بلکہ اپنی لاپروائی کا بھی بہت احساس ہورہا تھا۔ اس کی بیٹی اس کی طبیعت کی بنا پر بہت اگنور ہوتی رہی تھی۔ اس نے ڈاکٹر بشریٰ کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق اپنے معمولات کو تبدیل کرنے کا سوچا تھا۔ اماں رضیہ بھی تاکید کرتی تھیں اور اسے بھی احساس ہورہا تھا کہ اس کی طبیعت کی خرابی کا سب سے زیادہ نقصان ایمن کو ہورہا تھا۔ وہ اس کے کسی کام میں دلچسپی نہیں لیتی تھی۔ اس کے کھانے پینے سے لے کر صفائی ستھرائی اور کھانے پینے تک کے لیے وہ اماں رضیہ کی محتاج تھی۔

"آؤ ایمن گڑیا آپ کی پاپا جانی بلا رہی ہیں۔" رانی نے فوراً ہی بے بی واکر لاکر اس کے پاس رکھ دی تھی جس میں ایمن مزے سے بیٹھی تھی۔ اس کے کپڑے اور ہاتھ پاؤں صاف ستھرے تھے۔ اماں رضیہ بلاشبہ بچی کا خیال ٹھیک سے رکھ رہی تھیں۔

"ایمن۔ بے بی۔ کیسی ہو میری جان۔" اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اسے گود میں لے لیا تھا۔ ایمن لمحہ بھر کے لیے کسمسائی پھر اطمینان سے اس کی گود میں کھیلنے لگی۔ رانی بغور مالکن کے اطوار دیکھ رہی تھی۔ شہرین نے اسے جانے کا اشارہ کیا اور خود ایمن کو گود میں ہی لیے صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس کی نظریں ایمن کے وجود کا طواف کررہی تھیں۔ وہ بہت دن کے بعد اسے اس طرح گود میں لے کر بیٹھی تھی۔ وہ اپنی ہی بیٹی سے بہت کتراتی تھی اور اس کی وجہ کیا تھی یہ اس نے بھی سمیع کو بھی نہیں بتایا تھا۔

ایمن ہی بنائی شہرین تھی۔ بالخصوص اس کی آنکھیں بالکل شہرین جیسی تھیں۔ بہت روشن اور غلافی آنکھیں۔ جو پہلی نظر میں دل موہ لیتی تھیں اور ان پر بہت گہری پلکوں کی باڑھ تھی۔ ذرا سا نم ہونے پر ہی اس کی آنکھیں پلکوں کی وجہ سے بہت زیادہ بھیگ جاتی تھیں اور یہی شہرین کے ساتھ بھی ہوتا تھا۔ وہ چہرہ دھو کر خشک بھی کرلیتی تھی تو آنکھیں پھر بھی نم ہی رہتی تھیں۔ پانی کی ننھی ننھی بوندیں اس پلکوں میں پھنس سی جاتی تھیں جس سے وہ بھیگنے کے بعد مزید خوب صورت لگنے لگتی تھیں۔ اس کی کزنز اور سہیلیاں اکثر اس کی آنکھوں کے لیے بہت خوب صورت اشعار پڑھا کرتی تھیں اور سمیع بھی اس کی آنکھوں کے لیے بہت اچھے کمپلمنٹ پاس کرنے کا عادی تھا۔

شہرین نے ایمن کے بھورے بالوں میں انگلیاں نرمی سے چلاتے ہوئے اس کی آنکھوں کے بعد تیکھی مغرور ناک اور پھر ہونٹوں کو بغور دیکھا۔ وہ بالکل شہرین کا عکس تھی۔ اس کا رنگ روپ نقش ہر چیز شہرین سے مشابہ تھی۔ حتیٰ کہ دونوں کے بالوں کا رنگ بھی ایک جیسا بھورا تھا۔ ایمن کے جو دانت نکل آئے تھے اس سے اس کے چہرے کی شبیہ مزید شہرین جیسی ہوتی جارہی تھی۔ اس کی لمبی گردن میں شہرین کی گردن کی مشابہت محسوس ہونے لگی تھی۔ وہ مسکراتی تھی تو دونوں گالوں میں ڈمپل پڑتا تھا۔ اس کی مخروطی ننھی منی انگلیاں اور ہتھیلیاں بالکل اپنی ماں کے جیسی لگتی تھیں۔

شہرین نے غیرارادی طور پر اس کے بال کانوں کے پیچھے اڑستے ہوئے اس کے کانوں کو چھوا تھا۔ اس کے اپنے کان بہت چھوٹے اور نرم سے تھے اور کان کی لو بالکل پتلی سی تھی۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ ایمن کے کان بھی اس جیسے ہیں یا نہیں۔ ایمن کے کان بھی اس کے جیسے ہی تھے۔ وہی نرمی وہی ملائمت۔ وہ کچھ دیر بلاوجہ اس کے کان کی

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

لو پر انگلی پھیرتی رہی۔

"ماشاءاللہ تمہیں بیٹی ہوگی اور وہ بالکل تمہارے جیسی ہوگی۔ دیکھنا بالکل تمہارے جیسی۔ ہو بہو تمہارا عکس۔ یاد رکھنا میری بات۔" کسی کا کہا ہوا جملہ اس کی یادداشت میں جیسے چنگاری بن کر پھوٹا تھا اور پھر جیسے دھیرے سے ہوا میں دھواں بن کر زائل ہو گیا تھا۔ اذیت اس کے اندر راکھ بن کر اڑی تھی۔ اس کے سر میں درد کا احساس جاگا اور پھر ایسے ہی غائب ہو گیا جیسے پانی کا بلبلہ ہوا میں پھٹ کر غائب ہو جاتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی۔

"رانی! ایمن کو لے جاؤ۔" اس نے بوجھل دل کے ساتھ رانی کو آواز دی تھی۔ ایمن ماں کے تاثرات سے بے خبر اس کی گود میں کسی شہزادی کی طرح بیٹھی تھی۔



"نمنا کتنے بجے آئے گی۔" زری نے چائے کا پانی چولہے پر رکھنے سے پہلے احتیاطاً" امی سے پوچھا تھا۔ امی نے گھڑی کی جانب دیکھا۔ چار بج چکے تھے۔

"آتی ہوگی دس منٹ میں۔" انہوں نے مصروف سے انداز میں جواب دیا۔ وہ اون کے لچھے لیے بیٹھی تھیں جو انہوں نے دروازے پر آنے والی پٹھانی سے خریدے تھے۔ ان لچھوں کو اب وہ گولے کی شکل میں لپیٹ رہی تھیں۔ انہوں نے آلتی پالتی کی پوزیشن میں بیٹھ کر اس موٹے لچھے کو گھٹنوں میں پھنسا رکھا تھا اور گولہ ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا جس پر وہ تار تار کرکے ساری اون لپیٹتی جاتی تھیں۔

"اس کا موڈ کیسا تھا۔ ناراض تھی؟" وہ سوچ سوچ کر سوال کر رہی تھی۔ امی نے عینک کے شیشوں سے سوالیہ انداز میں اس کے سوال کو سنا تھا پھر افسوس کرنے والے انداز میں بولیں۔

"کس وقت ناراض نہیں ہوتی وہ اور تم بار بار ایک ہی بات کیوں پوچھتی جا رہی ہو۔ ناشتے کے وقت بھی یہی سوال کیا تھا اب بھی یہی پوچھ رہی ہو۔ تمہارا کیا جھگڑا ہوا ہے اس سے۔" امی کو ایک بار پھر نمنا کا رویا رویا انداز یاد آیا۔

"میں کب جھگڑے وگڑے کرتی ہوں اس سے۔ اسے ہی عادت ہے یہ سب کرنے کی۔ میں تو اس لیے پوچھ رہی تھی کہ آپ نے ڈانٹا تھا اسے۔" وہ چائے کا پانی چولہے پر رکھ کر دوبارہ ان کے پاس آ بیٹھی تھی۔ نمنا اور سلیم کی باتیں سن لینے کے بعد اس نے نمنا کے فیصلے کو ہی درست قرار دیا تھا۔ سلیم نمنا کے لیے قطعاً" مناسب جوڑ نہیں تھا لیکن اس کا دل چاہ رہا تھا کہ امی کی ٹوہ بھی تو لے۔ آخر امی یکدم نمنا اور سلیم کی دوستی سے کیوں چڑنے لگی تھیں۔ کیا وہ اس سارے معاملے سے باخبر تھیں۔

"اسے ڈانٹ کہتے ہیں؟ میں تو اسے صرف سمجھانا چاہ رہی تھی کہ یہ روش ترک کر دے۔ اب وہ بچی تھوڑی ہے کہ جب دل چاہے جہاں دل چاہے چلی جائے۔ لڑکیوں کو بہت محتاط ہونا چاہیے۔" امی گولہ باندھتے ہوئے چڑ کر بولی تھیں۔ بلاوجہ کے سوالات انہیں جھنجلاہٹ میں مبتلا کر دیتے تھے۔ زری نے سر ہلایا اور پھر امی کے چہرے کو غور سے دیکھا۔

"لیکن امی وہ بچپن سے خالہ اور ان کے بیٹوں سے اٹیچڈ رہی ہے۔ وہ ان کے ساتھ ان کے گھر میں رہی ہے۔ سلیم علیم کے ساتھ کھیلتی رہی ہے۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتی رہی ہے۔" وہ رک رک کر بولی تھی۔ امی نے اسے گھور کر دیکھا۔

"میں اس بات سے انکار کر رہی ہوں کیا۔ آپا اور ان کے خاندان نے بہت پیار دیا ہے نمنا کو۔ سلیم ہی نہیں باقی تینوں بھی بہن سمجھتے ہیں نمنا کو۔ بہت پیار کرتے ہیں اس سے لیکن یہ بات لوگوں کو نہیں سمجھائی جا سکتی۔ وہ اپنے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

حساب سے 'اپنی آنکھ سے دیکھتے ہیں۔" وہ ہاتھ روک کر ساری توجہ زری کی طرف مبذول کر کے اس کی بات کا جواب دے رہی تھیں کہ جب زری کی بات ہونیناسے تو وہ ان کے موقف کو اس تک پہنچا سکے۔ زری نے لفظ "بہن" پر بمشکل اپنے تاثرات کو قابو میں رکھا۔

"لوگوں کی باتیں رہنے دیں۔ لوگ ہمیں کھانے کو نہیں دیتے۔" زری منہ بنا کر بولی۔ امی کو اس کے انداز پر بڑا غصہ آیا۔ ان کی دونوں بیٹیاں بحث مباحثے کی بڑی شوقین تھیں۔

"تمہارا باپ تو دیتا ہے نا۔ ان کی باتیں کرلوں۔" وہ چڑ کر بولی تھیں۔

"کیا مطلب؟" زری نے حیران ہونے کی بھرپور اداکاری کی کیونکہ اسے اندازہ تھا کہ شاید ابا نے ہی امی کو کہا ہوگا کہ وہ نینا کو ٹوکیں۔

"تمہارے ابا کو نہیں پسند نینا کا سلیم سے زیادہ ملنا جلنا۔ اور اب سوال پر سوال کرتی جاؤگی یا اس چائے کی خبر بھی لوگی جو چولہے پر انتظار میں سکھانے کو چڑھائی تھی۔" انہوں نے اپنی جانب سے بات ختم کردی تھی۔ زری کو بھی یاد آیا کہ چائے چولہے پر رکھی تھی۔ وہ کچن تک گئی پھر آنچ دھیمی کرکے وہیں سے بولی۔

"امی یہ بھی تو ہوسکتا ہے ناکہ سلیم اور نینا ایک دوسرے کو پسند کرتے ہوں۔ میرا مطلب ہے..." اس نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑدی۔ اسے ڈر تھا اب امی اس پر برس پڑیں گی۔ لیکن وہ چند لمحے کچھ نہیں بولی تھیں۔ زری نے کچن سے جھانک کر دیکھا کہ وہ کس گہری سوچ میں گم ہوگئیں لیکن وہ اطمینان سے اون کا گولا بنانے میں مگن تھیں۔ اس کے دیکھنے پر جیسے ہی انہیں احساس ہوا کہ وہ جواب کی منتظر ہے تو بولیں۔

"یہ ممکن نہیں ہے..." زری چپ کی چپ رہ گئی۔ یہی تو نینا نے بھی سلیم سے کہا تھا۔ یہ پہلی مرتبہ ہوا تھا کہ امی اور نینا کا موقف ایک تھا۔



وہ پانی پینے کے لیے اٹھا تھا۔ رات کو اکثر اسے پیاس لگ جایا کرتی تھی اس لیے وہ گلاس سائیڈ پر رکھ کر سونے کا عادی تھا۔ اس نے مندی مندی آنکھوں سے گلاس کا کور اٹھایا تھا اور پھر گھونٹ گھونٹ پانی پینے لگا۔ پانی پی کر اس نے کروٹ لی تھی اور تب ہی اسے احساس ہوا تھا کہ شہرین اپنی جگہ پر نہیں تھی۔ اس نے فوراً "واش روم کی سمت دیکھا جس کے دروازے کے جھری سے کوئی روشنی آرہی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھا تھا۔

"شہرین... شہرین۔" اس نے بہت آہستگی سے آواز دی تھی لیکن کوئی ردعمل سنائی نہیں دیا تھا۔ وہ بستر سے اترا اور تب ہی اسے احساس ہوا تھا کہ بالکونی کا دروازہ کھلا تھا اور ساتھ ہی کچھ غیر معمولی ٹپ ٹپ کی آوازیں آرہی تھیں۔ بارش ہورہی تھی۔ وہ آہستگی سے چلتا ہوا بالکنی میں آگیا۔ بارش کے ہوتے ہی گرمی کا زور ٹوٹ گیا تھا۔ سمیع کا استقبال لہلہاتی بل کھاتی ہوا نے کیا تھا۔ اسے ہوا کی ملاحت بڑی بھلی لگی۔ نیند سے بھری آنکھیں پوری طرح کھل گئی تھیں۔ وہ شہرین کے ساتھ آکھڑا ہوا۔ اس کے بھورے بال جن میں ہلکا سا کرل تھا' کھلے ہوئے تھے اور اس کی پشت پر بکھرے تھے۔ اس نے بہت نرمی سے شہادت کی انگلی سے اس کے بالوں کو چھوا جیسے کوئی موسیقار اپنے طنبورے کو چھوتا ہے۔ شہرین نے چونکے بنا مڑ کر اس کی جانب دیکھا۔

"سمیع دیکھو... کتنی خوب صورت بارش ہورہی ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"میرے پاس دیکھنے کے لیے اور خوب صورت چیزیں نہیں ہیں کیا۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ شہرین اس کا اشارہ سمجھ کر مسکرائی۔

"میری تعریف کررہے ہو۔ اشاروں اشاروں میں... گھما پھرا کر۔" وہ دیکھ سامنے ہی رہی تھی جہاں بارش کا پانی

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بُک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
  سپریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کمپریسڈ کوالٹی
- عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابنِ صفی کی مُکمل رینج
- ایڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بُک کا ڈائریکٹ اور رژیوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بُک کا پرنٹ پریویو ہر پوسٹ کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کُتب کی مُکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر مُتعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan



Like us on Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1

سڑک کو پوری طرح بھگو چکا تھا اور اب بارش کی مخصوص مہک چاروں طرف پھیلی تھی۔

"کوئی اعتراض ہے؟" سمیع نے سابقہ انداز میں کہا تھا۔ وہ ابھی بھی اس کی لٹوں پر انگلی پھیر رہا تھا۔

"نہیں۔ لیکن اتنی تعریف بھی مت کیا کرو۔ کچھ معاملات میں فراخ دلی اچھی نہیں ہوتی۔" وہ چڑانے والے انداز میں بولی۔ سمیع نے مصنوعی تحیر چہرے پھیلاتے ہوئے استفہامیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"شادی کے پہلے سال تم کھل کر میری تعریف کیا کرتے تھے۔ شادی کے چوتھے سال تم اشاروں میں تعریف کرنے لگے ہو۔ شادی کے دس سال بعد تم تعریف کرنا چھوڑ دو گے۔ اس لیے اپنے الفاظ بچا بچا کر رکھو۔ مختصر تعریف کیا کرو اور کبھی کبھی۔ تاکہ دس سال بعد بھی کام آسکیں۔ میں نہیں چاہتی کہ تم مجھ سے اکتا جاؤ۔" وہ اپنی جانب سے دلیل دے رہی تھی۔ سمیع نے اس کا رخ اپنی جانب موڑا پھر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے کمرے کی جانب لے جاتے ہوئے بولا۔

"ایک بات یاد رکھیں شہرین بی بی۔ بلکہ کہیں لکھ کر محفوظ کرلیں۔ سمیع دنیا کے ہر کام سے اکتا سکتا ہے لیکن آپ سے نہیں۔"

"کیوں۔" وہ اٹھلا کر بولی۔

"کیوں کہ سمیع کو آپ سے محبت ہے۔" وہ بھی اسی کے انداز میں بولا تھا۔

"کیوں؟" اس نے ایک اور سوال کیا۔

"کیوں کہ آپ بہت خوب صورت ہیں۔" سمیع نے ترنت جواب دیا جیسے کوئی مقابلہ ہو رہا ہو اور وہ اس میں ہارنا چاہتا ہو۔

"سمیع! کیا محبت کے لیے خوب صورتی سب سے اہم شرط ہے۔ کیا خوب صورتی ہی محبت کے لیے ضروری ہے۔" شہرین کے چہرے پر سوچ کی پرچھائیں تھیں۔ سمیع نے گہری سانس بھرتے ہوئے برا سا منہ بنایا۔

"یعنی تم نے حتمی فیصلہ کرلیا ہے کہ رات کے اس پہر جب اتنی رومانٹک بارش ہو رہی ہے۔ ہوا میں میٹھی سی خوشبو بکھری ہے اور تم اتنی خوب صورت لگ رہی ہو۔ لیکن تم اپنے شوہر کو جی بھر کر بور کرو گی۔ تو کرو گی۔" وہ مصنوعی ناراضی لہجے میں سمو کر بولا تھا۔

شہرین مسکرائی تک نہیں۔ سمیع نے اس کے کندھوں پر ہاتھ پر رکھا تھا۔

"محبت میں حساب کتاب جانچ پڑتال کی باتیں بے معنی ہوتی ہیں۔ یہ فلسفہ تھوڑی ہے کہ اس کے وجود اور عدم وجود پر مناظرے کیے جائیں۔ اس کو ثابت کرنے کے لیے پنڈال سجائے جائیں۔ محبت طبیعات نہیں ہے۔ یہ مابعد الطبیعات ہے۔ انسانی ذہن سے اوپر کی چیز۔ عقل و دانش سے ماورا۔ علم محبت کے اپنے مکتب، اپنی کتابیں ہوتی ہیں۔ اس میں کوئی منطق کوئی دلیل کام نہیں آتی۔ یہ اگر ہے تو ہے اور اگر یہ ہے تو اسے ثابت کرنے کے لیے دنیا کے کسی قانون، کسی فارمولے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ کیوں، کیسے، کس لیے، کس طرح والی باتیں اس میں نہیں ہوتیں۔

اس میں نا کوئی شق ہوتی ہے نا شرط۔ یہ ایک خود کار اضطراری جذبہ ہے۔ اس لیے اس کے ہونے اور نہ ہونے کی بنیادی شرائط پر بحث کرنا صرف وقت کا ضیاع ہے۔" وہ ایک ایک جملے کو بولتے ہوئے اس کی آنکھوں میں بھی دیکھ رہا تھا۔ آخری جملے پر اس نے اپنا سر نرمی سے اس کے سر کے ساتھ ٹکرایا تھا۔ شہرین کچھ نہیں بولی۔ سمیع بعض اوقات اتنی اچھی باتیں کرتا تھا کہ اسے اپنے الفاظ اس کے سامنے کمتر لگنے لگتے تھے۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)



For Next Episodes Visit
Paksociety.com

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
 PAKSOCIETY1  PAKSOCIETY